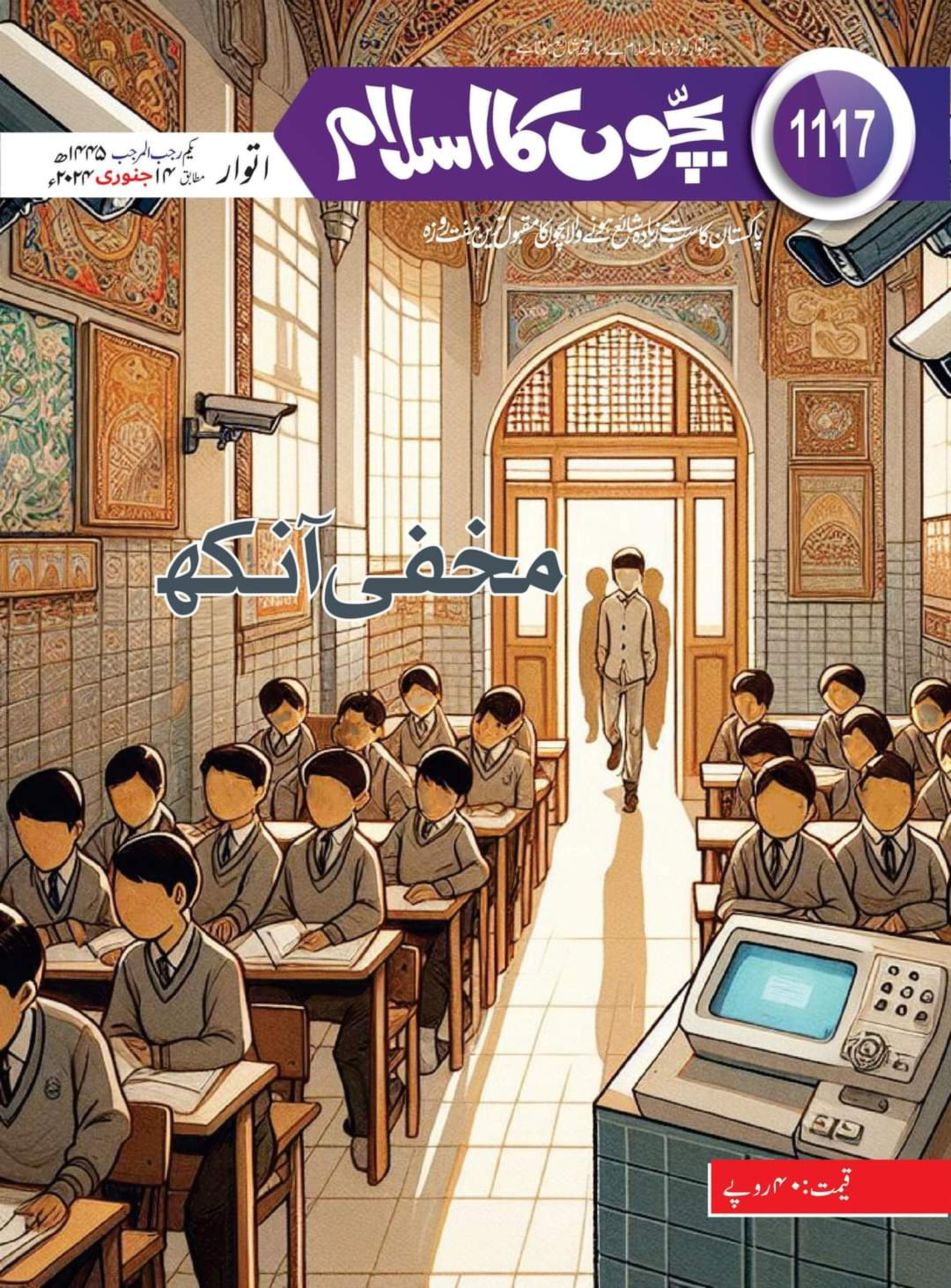
ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے
بچوں کا اسلام
1117
اتوار
یکم رجب المرجب ۱۴۴۵ھ
مطابق ۱۴ جنوری ۲۰۲۴ء
پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ
مخفی آنکھ
قیمت: ۴۰ روپے

وسیع و عریض جنت کی ترغیب

القرآن

اور (دوزخ کی) آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (سورۂ آلِ عمران: آیات 132، 133)

جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب

الحدیث

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک اونٹنی پیش کی، اونٹنی کی مہار آپ کے دستِ مبارک میں تھماتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹنی کے عوض خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا: روزِ قیامت اس کے بدلے میں تم کو سو اونٹنیاں ملیں گی۔ (بخاری)

دستک

رسائل گھر بیٹھے حاصل کیجیے!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

قارئین بخوبی جانتے ہیں کہ ملک عزیز میں پچھلے دو برس سے مہنگائی کا ایک طوفان آیا ہوا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے کی طرح کاغذ کی قیمت اور طباعت کے اخراجات آسمان پر جا پہنچے ہیں، جس سے متاثر ہو کر بے شمار چھوٹے اخبارات بند ہو گئے اور بڑے اخبارات نے اپنی اشاعت کم کر دی یا مختلف شہروں کے ایڈیشن بند کر دیے۔ سو ٹالتے ٹالتے بھی بالآخر وہ گھڑی آ ہی گئی کہ روزنامہ اسلام کو بھی مجبوراً لاہور اور اسلام آباد ایڈیشن بند کرنے کا ناگزیر فیصلہ کرنا پڑا۔

کچھ وجوہ کی وجہ سے یہ فیصلہ اتنا اچانک ہوا کہ قارئین کو پیشگی مطلع نہ کیا جا سکا جس سے پہلی جنوری کو لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد، پشاور اور ان کے مضافاتی شہروں میں یہ تشویش ناک خبر پھیل گئی کہ روزنامہ اسلام اور اس کے رسائل اچانک بند ہو گئے ہیں۔

اور پھر وہی ہوا جو ہونا تھا کہ پہلی جنوری سے تادمِ سطور ملک کے شمالی علاقوں سے بجائے ٹھنڈی ہواؤں اور گرم سوغاتوں آنے کے قارئین کی گرما گرم فون کالز کا تانتا بندھ گیا ہے۔ بے شمار فون آئے کہ کیا اچانک اخبار اور رسائل بند کر دیے گئے ہیں؟

عرض کیا کہ خدانخواستہ اخبار بند نہیں ہوا ہے، بس لاہور اور اسلام آباد کا ایڈیشن بند کیا گیا ہے۔ مرکزی دفتر کراچی اور ملتان سے بدستور اخبار چھپ رہا ہے، نیز دونوں ہفت روزے بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام بھی اسی آب و تاب سے اتوار اور بدھ کو شائع ہو رہے ہیں الحمدللہ!

بہرحال ان سطور کے ذریعے ملک بھر کے قارئین سے درخواست کی جا رہی ہے کہ اگر آپ کے پاس یہ میگزین آ رہے ہیں اور آپ یہ سطور پڑھ رہے ہیں تو اپنے رشتے داروں، دوستوں اور دائرہ بچوں کا اسلام کے اُن قارئین کو جنھیں آپ کسی طرح بھی جانتے ہیں اور انھیں رسائل نہیں مل پا رہے، تو براہِ کرم آپ ہماری نمائندگی کرتے ہوئے ان تک یہ بات پہنچائیے کہ بالکل پریشان نہ ہوں، دونوں رسائل باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں اور ہر شہر کی ایجنسی کے پاس حسب سابق پہنچ بھی رہے ہیں۔

پھر بھی اگر کسی وجہ سے آپ کی رسائی آپ کے محبوب رسائل تک نہیں ہو رہی تو ایک بہت آسان اور سہولت والا طریقہ یہ ہے کہ کراچی دفتر رابطہ کر کے اپنے گھر کے پتے پر دونوں یا کوئی بھی ایک رسالہ سال بھر کے لیے لگوا لیجیے۔

یہ طریقہ بہت آسان بھی ہے اور نسبتاً سستا بھی۔ بازار ہاکر کے پاس جا کر رسالہ خرید لانے میں پھر بھی کچھ وقت اور کرایہ وغیرہ لگتا ہے، جبکہ سالانہ ممبر شپ لینے سے آپ کے رسائل کراچی دفتر سے براہِ راست آپ کے پڑھنے کی میز پر اسی دن بلکہ ایک آدھ دن پہلے ہی پہنچ جاتے ہیں اور وہ بھی کسی قسم کا اضافی خرچ کیے بغیر۔

جی ہاں! دونوں رسائل کی ہوم ڈیلیوری بالکل مفت رکھی جا رہی ہے۔ آپ کی طرف سے ڈاک خرچ ادارہ ادا کرے گا۔ آپ صرف شمارے کی قیمت جو چالیس روپے ہے اور سرورق پر لکھی ہوئی ہے، وہ ادا کیجیے اور پورے سال کے باون ہفتے اپنے گھر کی چوکھٹ پر اپنے لاڈلے رسائل کو حاصل کیجیے۔

چالیس روپے فی شمارے کے حساب سے سال کے باون ہفتوں کے کل اکیس سو روپے ہوتے ہیں، آپ سو روپے مزید کم کرتے ہوئے صرف مبلغ دو ہزار روپے فی شمارہ (یا دونوں رسائل کے چار ہزار روپے) ادا کیجیے اور گھر بیٹھے رسائل حاصل کیجیے۔

طریقہ کار بہت آسان ہے:

رابطہ نمبر (03213557807) پر ایزی پیسہ اور موبی کیش دونوں اکاؤنٹ بنے ہوئے ہیں۔ دونوں میگزین کے چار ہزار روپے یا کسی بھی ایک میگزین کے دو ہزار روپے اپنی سہولت کے مطابق ایزی پیسہ یا موبی کیش کیجیے، بعدازاں پیسے بھیجنے کی کمپنی رسید اور اپنا مکمل پتا اسی نمبر پر واٹس ایپ کر کے حکم کیجیے کہ آپ کے نام رسائل جاری کر دیے جائیں۔

فون پر رابطہ کرنا چاہیں تو اسی نمبر پر علاوہ اتوار، دفتری اوقات صبح نو سے شام چار بجے تک کال بھی کر سکتے ہیں۔

اس ترتیب کے علاوہ اگر آپ ہر ہفتے ہی رسائل خریدنا چاہتے ہیں تو اپنے اپنے شہر کے ہاکر کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ آپ کو اخبار مارکیٹ کی ایجنسی سے شمارہ حسب سابق لا کر دے۔ اگر ہاکر منع کر دے تو شہروں کے ایجنسیوں کے نمبر بھی ذیل میں دیے جا رہے ہیں، فون کر کے ان سے منگوا لیجیے۔

لاہور:	شفیق صاحب	(03324776628)
اسلام آباد:	عدنان صاحب	(03005151136)
ملتان:	ملک ایوب صاحب	(03007353405)
کراچی:	اسلم صاحب	(03002125353)

دعا ہے کہ ہمارا آپ کا ساتھ تادیر رہے اور بخیر و عافیت رہے، آمین!

والسلام

محمد فیصل شہزاد

عہد نبوی ﷺ کا ایک بچہ

چھوٹا سا ایک بچہ اکثر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا اور بہت شوق سے آپ کی باتیں سنتا تھا۔ منبر نبوی سے جب وعظ ہوتا تو وہ منبر کے قریب ہو جاتا اور ان باتوں کو یاد رکھنے کی کوشش کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس سے بہت محبت تھی۔ آپ اس پر بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس طائف سے انگوروں کا تحفہ آیا، یہ بچہ اس وقت آپ کے پاس ہی موجود تھا۔ آپ نے اسے انگوروں کے دو خوشے دیے اور فرمایا:

''بیٹا! ایک خوشہ تمھارا ہے، ایک تمھاری والدہ کا، گھر جا کر انھیں دے دینا۔''

یہ آخر بچے ہی تو تھے، راستے میں اپنا خوشہ کھانے لگے۔ مزا آیا تو والدہ والا خوشہ بھی کھا گئے۔ والدہ سے انگوروں کا ذکر تک نہ کیا۔ ایک دو روز بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

''بیٹا! اپنی ماں کو انگوروں کا خوشہ دیا تھا؟''

یہ بچے ضرور تھے، لیکن رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں، طبیعت میں سچائی موجود تھی، فوراً بولے:

''اے اللہ کے رسول! وہ دونوں خوشے میں نے خود ہی کھا لیے تھے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا دیے۔

اِس بچے کا نام نعمان تھا۔

عبداللہ

حضرت نعمان بن بشیر کا تعلق قبیلہ خزرج کے خاندان بنو حارث سے تھا۔ والد کا نام بشیر بن سعد تھا۔ دو ہجری میں غزوہ بدر سے تین چار ماہ پہلے پیدا ہوئے۔ آنکھ کھولی تو گھر میں اسلام کے جلوے دیکھے۔ ان کے والد بشیر بن سعد انصار میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے اور حضور کے بہت شیدائی تھے۔ نبوت کے تیرہویں سال جو بڑی بیعت ہوئی، اس میں شریک تھے۔ غزوہ بدر، غزوہ احزاب اور دوسرے تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ خلافت کے مسئلے میں انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق کی حمایت کی اور سب سے پہلے انصار میں سے انھوں نے ہی حضرت سے بیعت کی۔

حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ (جو جنگ موتہ میں شہید ہوئے) کی بہن تھیں۔ ہجرت نبوی کے بعد یہ پہلے بچے ہیں جو کسی انصاری کے گھر پیدا ہوئے۔ والد انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جاتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر 8 سال 7 ماہ تھی۔ اتنی کم سنی میں بھی آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات یاد تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر آپ کو بہت صدمہ ہوا تھا۔ آپ ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون آلود کرتہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کٹی ہوئی انگلیاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دمشق لے گئے تھے۔

حضرت امیر نے ان کی بہت عزت افزائی فرمائی اور اپنے دور میں انھیں کئی عہدوں پر مقرر فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد آپ حمص کے والی مقرر ہوئے۔

انھی دنوں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سانحہ جانکاہ پیش آیا۔

اس قافلے کے جو لوگ بچ گئے، یعنی خواتین اور بچے، انھیں دمشق لایا گیا۔ دمشق سے انھیں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت میں مدینہ منورہ روانہ کیا گیا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاں تک ہو سکا، ان مصیبت زدہ افراد کی مدد کی۔ اُن کے آرام کا خاص خیال رکھا، انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ قافلہ جہاں قیام کرنا چاہتا تھا کرتا۔ یہ پردے کے خیال سے اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک طرف ہو جاتے تھے۔ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت زینب بنت علی اور فاطمہ بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اچھے سلوک کی تعریف کی۔ اپنے کنگن اور بازو بند اتار کر انھیں پیش کیے اور کہا: ''ہمیں افسوس ہے! اس وقت ہمارے پاس ان چیزوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں جو آپ کو دے سکیں۔''

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، بولے:

''اے رسول اللہ کی بیٹیو! اللہ کی قسم، میں نے جو کچھ کیا، اللہ کی رضا کے لیے کیا۔ کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ سے جو تعلق ہے، اس کی بنا پر کیا۔ یہ زیور اپنے پاس ہی رکھیں، میں اپنا اجر ضائع نہیں کروں گا۔ اللہ کے لیے انھیں اپنے پاس رکھیے۔''

آپ بہت نرم مزاج اور سخی تھے۔ بردبار تھے اور عبادت گزار تھے۔

64 ہجری میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ مکے میں آ گئے۔ مکے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر لی۔

65 ہجری میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے مخالف ایک گروہ نے آپ کو شہید کر دیا۔

☆☆☆

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جا سکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 1500 روپے بیرون ملک ایک میگزین 22000 روپے دو میگزین 25000 روپے
انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

مخفی آنکھ

سیدہ ارفع معراج

اس مخفی آنکھ کے بارے میں آپ کو بھی معلوم ہے۔ فرق صرف محسوس کرنے کا ہے!

''بچو! آپ لوگوں کی حد سے تجاوز کرتی شرارتوں اور بدتمیزیوں نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم ہر کلاس کے ہر بچے کو ہر وقت نظروں میں رکھیں، اسی لیے آپ کے اسکول میں کیمرے لگوائے جا رہے ہیں۔ پرسوں جب آپ لوگ تشریف لائیں گے آپ کو ہر کلاس میں، کلاسوں کے باہر، میدان میں الغرض ہر جگہ سی سی ٹی وی کیمرے نصب نظر آئیں گے۔ پہلے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ سب اب اپنی ساری شرارتیں وغیرہ ختم کر کے اپنا دھیان پڑھائی میں لگائیں تو یہ آپ لوگوں کے لیے ہی بہتر ہوگا۔ آپ کے پرنسپل صاحب بذات خود ان کیمروں کے ذریعے آپ سب کا ہر وقت معائنہ کریں گے، لہٰذا آپ لوگوں کے پاس کوئی اور موقع بھی نہیں ہوگا۔''

سر احمد تو اعلان ختم کر کے چلے گئے مگر آٹھویں جماعت کے لڑکوں کو زبردست پریشانی میں ڈال گئے۔

''اوہ...... نہیں یار۔'' بلال زیرِ لب بڑبڑایا اور پھر ایک ہنگامی اجلاس بلایا گیا جس میں اسی کی طرح کے باقی ''شرارتیوں'' نے شرکت کی۔

''نہیں یار! ایسا نہیں ہونا چاہیے، بالکل بھی نہیں۔'' بلال کی ایک ہی رَٹ تھی۔ شرارتوں کے بغیر رہنے کا سوچنا بھی اُس کے لیے محال تھا۔

''مگر یار! اِس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل تو ضرور ہوگا۔'' عثمان نے سوچتے ہوئے کہا۔

''کیا حل ہوگا؟ آج اور کل اسکول کی چھٹی ہے۔ پیر کو جب ہم جائیں گے تو وہ جاسوس کیمرے ہمارے استقبال کے لیے موجود ہوں گے۔'' حماد نے ڈرایا۔

''نہیں یار! کوئی حل ضرور ہوگا، مگر وہ ڈھونڈنے کے لیے دو منٹ چپ رہ کر سوچنا ہوگا'' عثمان نے دوبارہ سوچتے ہوئے کہا۔

''ارے ہاں یار! ایک آئیڈیا آیا۔''

حماد کے لیے چپ رہنے سے بڑی کوئی سزا نہ تھی۔

''کیا......؟'' سب نے تجسس سے پوچھا۔

''یہ کہ ہم پرنسپل صاحب کے پاس جائیں اور ان سے کہہ دیں سر ہم نے سدھرنے کا فیصلہ کر لیا ہے، آپ پلیز کیمرے نہ لگوائیں۔''

حماد نے خوشی خوشی بتایا۔

''بس فضول بات کرو الو تم سے۔''

بلال کو غصہ آ گیا۔

''مگر اس میں حرج ہی کیا ہے؟''

حماد نے پوچھا۔

''ارے یار! اگر ہمیں سدھرنا ہی ہوتا پھر کیمرے سے کوئی مسئلہ تھوڑی ہوتا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم شرارتوں کے بغیر کیسے زندہ رہیں گے؟''

بلال مظلومیت سے بولا۔

''ویسے یار! یہ سچ ہے کہ ہم شرارتیں کرتے کرتے بدتمیزیاں بھی شروع کر دیتے ہیں، اسی لیے اسکول والے یہ کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔''

اظہر کو مبلغ بننے کا بڑا ہی شوق تھا، حالانکہ شرارتوں میں بھی سب سے آگے وہی ہوا کرتا تھا۔

''یار! جو کرنا ہے جلدی کرو، وقت نکلتا جا رہا ہے۔''

فائق نے کہا تو سب دوبارہ سوچنے لگے۔

بات اصل میں یہ تھی کہ آٹھویں جماعت کا یہ گروپ بے حد ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ حد سے زیادہ شرارتی بھی تھا۔ بظاہر معصوم نظر آنے والے یہ لڑکے، ہر وقت کسی نہ کسی اُلٹی سیدھی حرکت میں مصروف رہا کرتے اور اسکول والوں کی ناک میں دَم کیے رکھتے۔ اساتذہ کو تنگ کرنے اور ستانے کی حرکتیں واقعی بدتمیزی تھی، حالانکہ یہ لوگ اسے صرف شرارت کرنا سمجھتے تھے۔ دو چار لڑکوں کی بات ہوتی تو سدھارنا آسان ہوتا، مگر اِس کلاس میں اتحاد اتنا زیادہ تھا کہ پتا ہی نہ چلتا کہ کون سا ''کارنامہ'' کس نے سرانجام دیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ کلاس پر ہر وقت نظر رکھنے کے لیے اسکول میں کیمرے نصب کیے جا رہے تھے۔

حماد کا خدشہ پیش گوئی ثابت ہوا اور وہ لوگ واقعی کچھ نہ کر سکے۔ پیر کو جب وہ اسکول گئے تو واقعی ہر جگہ حتیٰ کہ بیت الخلا کے باہر بھی کیمرے لگے اُن کا منہ چڑا رہے تھے۔

اسکول میں ایک اور تبدیلی کی گئی تھی اور وہ یہ کہ پرانے ملازمین وغیرہ کے ساتھ ساتھ کچھ

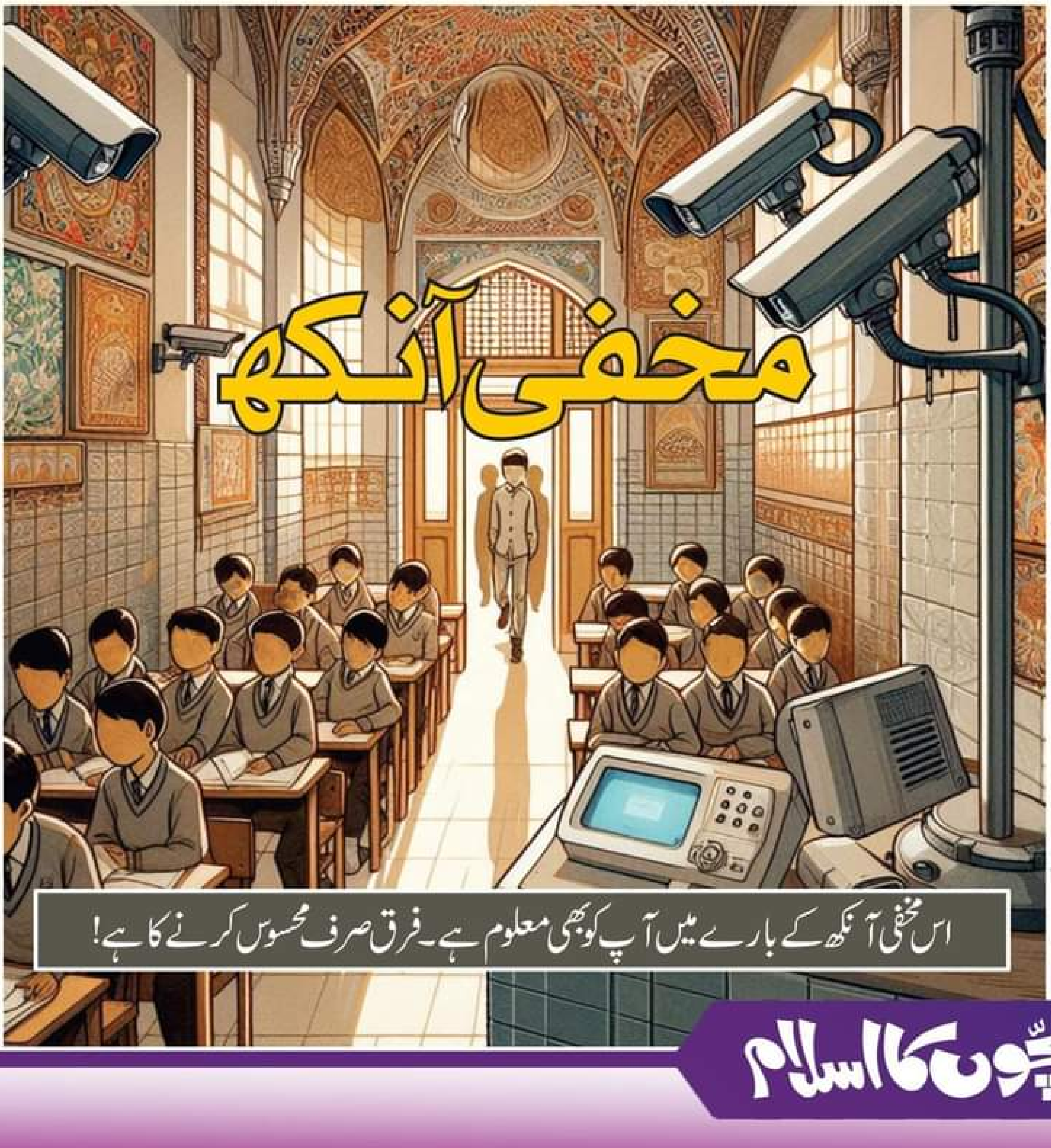

نئے خوفناک ملازمین کو بھی رکھ لیا گیا تھا۔ کس لیے؟ یہ کسی کو معلوم نہ تھا، جبکہ حماد کا خیال تھا کہ وہ چھوٹے اور معصوم بچوں کو ڈرانے کے لیے رکھے گئے ہیں۔ لڑکوں کا غصے کے مارے بُرا حال تھا۔

''اتنی نفرت تو مجھے کبھی اپنے کسی دشمن کو دیکھ کر بھی نہ آئی ہوگی جتنی اسے دیکھ کر آ رہی ہے۔'' بلال نے کیمرے کو گھورتے ہوئے کہا۔

''کاش یہ میری پہنچ میں ہوتا، میں کبھی اس کو اتنی دیر وہاں لٹکے رہنے نہ دیتا۔''

عمر حسرت سے بولا۔

''یہ اسکول والوں نے اچھا نہیں کیا، صرف ہماری کلاس میں لگا دیتے یہ کیمرے اگر اتنی آفت آ رہی تھی، پورے اسکول کو نظر میں رکھنے کی کیا تک تھی؟'' عثمان افسردگی سے یہ کہتا ہوا بھول ہی گیا کہ ان لوگوں کی شرارتوں کا نشانہ بھی تو پورا اسکول ہی تھا۔

''مجھے تو ایسا لگ رہا ہے یہ کیمرے ہمیں ہماری ناکامی پر منہ چڑا رہے ہیں۔''

حماد افسردہ ہو کر بولا۔

''تو کیا ہوا؟ تم بھی چڑا دو۔'' طٰہٰ نے مفت مشورہ دیا۔

''واقعی میں؟ کیمرے کو منہ چڑا دوں؟'' حماد نے گویا اجازت مانگی۔

''پاگل ہو کیا؟ پرنسپل صاحب کو منہ چڑاؤ گے؟''

عثمان نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

''پرنسپل صاحب کو تھوڑی، اس کیمرے کی بات کر رہا ہوں میں۔''

حماد نے نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

''یاد نہیں ہے تمھیں؟ سر احمر نے کہا تھا کیمروں پر پرنسپل صاحب نظر رکھیں گے۔''

''یار! اِن کیمروں نے ہمیں کتنا بے بس کر دیا ہے، ورنہ عام دنوں میں تو اس وقت تک ہم آدھے بچوں کے لنچ کا صفایا کر چکے ہوتے ہیں۔''

کاشف کو شاید رونا آ رہا تھا یا پھر بھوک لگ رہی تھی۔

''یار! مجھے تو لگتا ہے کہ ان بے چاروں کی بددعا لگ گئی ہے ہمیں۔'' اظہر نے کہا۔

''یہ ہمارے ساتھ ظلم ہے، زیادتی ہے، ہم اسے قبول نہیں کریں گے، بالکل نہیں کریں گے...... آج بریک میں دھرنا ہوگا، حق کی خاطر لڑنا ہوگا۔''

فواد کو تقریر کرنے کا موقع مل گیا۔

''اچھا؟ اور دھرنا ہوگا کس بات پر؟ ان جاسوسوں کی وجہ سے ہمیں معصوم اور مظلوم بچوں کا لنچ کھانے سے محروم نہ کیا جائے؟ ہے ناں؟'' اظہر نے طنز کیا۔

''یار! یہ معاملہ اتنا سیدھا نہیں ہے، بلکہ بہت ہی ٹیڑھا ہے، اور اس سے نمٹنے کے لیے ہمیں بھی رخ بدلنا پڑے گا۔ فی الحال ہم لوگ کچھ دن شرافت سے گزاریں گے اور ساتھ ساتھ سوچتے بھی رہیں گے، اور پھر بہت جلد اس مصیبت سے نجات حاصل کر لیں گے۔''

بلال کی بات ختم ہونے کے ساتھ ہی گھنٹی کی آواز آئی اور سب منتشر ہو گئے۔

اور پھر واقعی اُنھوں نے کچھ دن کے لیے اپنی ہر شرارت روک دی۔ کیمرے ہر وقت اُن کی ہر حرکت کو براہ راست پرنسپل صاحب کو دکھاتے رہتے۔ کیمرے لگنے کی وجہ سے ایک شخصیت بے حد خوش ہوئی اور وہ تھے سر افتخار!

وہ ریاضی کے استاد تھے اور ان بچوں کو تو جیسے ان سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ شاید اس لیے کہ اُنھیں کلاس میں آنے کا وقت ہمیشہ یاد رہتا مگر کلاس سے جانے کا کبھی نہیں۔ ان کی کوشش ہوتی کہ نصاب میں شامل سب کچھ جلد از جلد پڑھا لیا جائے، تاکہ باقی دنوں میں اسے دہرایا جا سکے مگر لڑکوں کی شرارتیں ان کی کلاس کے وقت عروج پر ہوا کرتی تھیں۔ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت کوئی بھی بچہ بلی یا کتے کی آواز نکالتا اور باقی سب بچے سر! بلی آ گئی، بلی آ گئی کا شور مچاتے ہوئے کلاس میں بکھر جاتے۔

کیمرا لگنے کے بعد جب ان کی کلاس کا وقت ہوا تو بہت خوشی خوشی آئے اور ذومعنی مسکراتے ہوئے بولے: ''سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ آج کے بعد کبھی اس کلاس میں کوئی بلی یا کتا نہیں آ سکے گا......!''

اور بچے مزید اُداس ہو گئے اور پھر اسی دن وقفے میں اُنھوں نے ایک منصوبہ بنایا جو ان کے خیال میں واقعی لاجواب تھا۔ بلال سب سے آگے آگے تھا۔

''دیکھو بھئی، صبح پہلے پیریڈ میں یعنی ساڑھے آٹھ سے ساڑھے نو بجے تک بجلی نہیں ہوتی۔ ٹھیک ایک ہفتے کے بعد ہم دفتر جائیں گے اور پرنسپل صاحب کو ایک درخواست دیں گے جس میں لکھا ہوگا کہ ہمیں ریاضی سمجھنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ریاضی ہمیں صبح کے وقت پڑھائی جائے یعنی پہلے پیریڈ میں تاکہ ہم تازہ ذہنوں کے ساتھ اچھی طرح پڑھ سکیں اور اُس کے بعد......''

وہ خاموش ہو کر شرارتی نگاہوں سے انھیں دیکھنے لگا۔

سب کھی کھی کرتے ہنس پڑے۔

☆......☆

پرنسپل صاحب نے اُن کی درخواست قبول کر لی تھی اور آج سے ریاضی کی کلاس پہلے پیریڈ میں ہونے لگی تھی۔ اظہر نے البتہ ان کے اس منصوبے میں حصہ لینے سے انکار کر دیا تھا،

میری خوشی سے بڑھ کر!

محمد اقراش عاصم

میں نے اس کی بھیگی آنکھیں دیکھیں تو چونک کر پوچھا: ''تم رو کیوں رہے ہو؟''

اس نے جلدی سے آنکھ صاف کرتے ہوئے کہا: ''نہیں تو۔''

میں نے کہا: ''پھر یہ آنکھوں میں نمی سی کیسی ہے؟''

اب وہ بات چھپا نہ سکا بولا: ''دراصل ابھی یہاں ادارے کے سربراہ، طلبہ کے نتائج کا اعلان کرتے ہوئے اپنے دور طالب علمی میں ۳۱ مارچ کے حوالے سے اپنے اور اساتذہ کے زمانہ میں ان کا نتیجہ آنا اور ان کی کیفیات اس خاص دن کے حوالے سے ذکر فرما رہے تھے تو مجھے بھی اپنا بچپن یاد آ گیا۔

میں ساتویں جماعت میں ۸۰ فیصد نمبر لے کر اپنی جماعت اور پورے سکول میں اول آیا تو انعامات ہاتھ میں تھامے خوشی سے دوڑتے ہوئے پھولی سانسوں کے ساتھ گھر پہنچا تھا۔''

وہ سانس لینے کے لیے رکا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔

''تو اس میں رونا کہاں سے آ گیا؟''

''آپ نے پوری بات تو سنی نہیں۔ میں گھر پہنچا تو والدہ محترمہ سن کر خوشی سے نہال ہو گئی تھیں۔ وہ منظر آج بھی جیسے میری نگاہوں میں ہے۔ ان کی وہ خوشی گویا میری خوشی سے بڑھ کر تھی! تو بس جب بھی بچپن کا کوئی ایسا واقعہ یاد آتا ہے تو ساتھ ہی ماں کی سہانی یاد بھی چلی آتی ہے تو اپنی محرومی پر رونا آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی ماؤں کو سلامت رکھے۔''

''آمین یارب العالمین!''

میں نے بے ساختہ کہا اور میری آنکھیں بھی جھلملانے لگیں۔

کیونکہ اس کے خیال میں یہ انتہائی بدتمیزی تھی۔

''میں ہر شرارت اور ہر سزا میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں، مگر یار یہ استاد کے ساتھ بدتمیزی ہے اور میں اس میں بالکل بھی حصہ نہیں لوں گا، بلکہ یار! میں تو تم لوگوں سے بھی کہہ رہا ہوں کہ باز آجاؤ۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔''

مگر اظہر کی نصیحت کا کوئی بھی فائدہ نہ ہوا اور اس کا ساتھ کسی نے بھی نہ دیا۔

اور پھر پہلے دن جیسے ہی لائٹ گئی۔ عثمان اور حماد اسٹاف روم میں سر افتخار سے کچھ مشکل ترین سوالات پوچھنے چلے گئے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ سر کو کلاس میں کچھ دیر آنے سے روکا جاسکے۔ یہ بات سبھی جانتے تھے کہ اس وقت اسٹاف روم میں ان کے علاوہ کوئی نہیں ہوتا۔ علی اور فائق کے ذمے اسٹاف روم سے ملحق چھوٹے کمرے میں جہاں سے سر کلاس میں آتے ہوئے اپنا سامان اٹھا کر آتے تھے اور واپسی پر وہیں رکھ دیا کرتے تھے، اُس سب کو خراب کرنے بلکہ ناکارہ بنانے کا کام سونپا گیا تھا جبکہ بلال کا کام کلاس کے باقی بچوں کے ساتھ مل کر کلاس کے کیمرے کو کسی طرح بھی خراب کرنا بلکہ توڑ دینا تھا اور یہ کام اُنھوں نے ایک کرسی کے اوپر دوسری کرسی رکھ کر با آسانی کرلیا تھا۔

الغرض اس دن جب لائٹ آئی تو آٹھویں جماعت کے ''ذہین'' لڑکے ٹھیک ٹھاک نقصان کر چکے تھے۔ اپنے حساب سے اُنھوں نے کیمرے کی آنکھ سے بچ کر کیمرے اور سر افتخار، دونوں سے اپنا بدلہ لے لیا تھا، مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اس وقت بھی پوری طرح نظروں میں تھے۔

☆......☆

''کیا لگتا تھا آپ لوگوں کو؟ بجلی نہ ہونے کی وجہ سے جو چاہیں گے کرتے پھریں گے اور کسی کو پتا نہیں چلے گا؟ شرارت کی حد ہوتی ہے، مگر بدتمیزی کی کوئی حد نہیں ہوتی اور آپ لوگوں نے بدتمیزی کی ہے جس کی سزا آپ لوگوں کو ضرور ملے گی۔ کل آپ سب کے والدین کو بلایا جائے گا تاکہ اُنھیں بتایا جاسکے کہ آپ لوگوں نے کیا کیا ہے، کیمرے اور سامان خراب کرنے کا نقصان بھی آپ لوگوں کو دینا پڑے گا، کیوں کہ آپ سب کو معلوم تھا کہ اسکول کی اِملاک کو خراب کرنے پر جرمانہ دینا پڑتا ہے اور آپ لوگوں نے تو دانستہ طور پر خراب کیا ہے سو اب تو دُگنا جرمانہ ہوگا۔ آپ لوگوں کی کلاس بھی ایک ہفتے تک معطل کردی گئی ہے، اُمید ہے کہ اتنی سزا کافی ہوگی، اب آپ سب جاسکتے ہیں۔''

پرنسپل صاحب کا غصہ بجا تھا۔

☆......☆

''ہمیں کیا پتا تھا کہ یہ خوفناک لوگ بھی ہماری نگرانی بلکہ جاسوسی کے لیے رکھے گئے ہیں۔ اِن لوگوں نے تو ایک ایک شکایت لگائی ہے ہماری حتیٰ کہ یہ بھی کہ کون سی حرکت کس نے کی ہے۔'' حماد بے حد افسردہ تھا۔

''نہیں چھوڑوں گا، ان چغل خوروں کو نہیں چھوڑوں گا میں، ہم سے پنگا لیا ہے اُنھوں نے اب بھگتنا بھی پڑے گا اُنھیں۔'' بلال طیش میں تھا۔

''ہم تو سمجھ رہے تھے یہ کیمرے ہماری وجہ سے لگے ہیں، ان سے چھپ کر ہم کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ کیا معلوم تھا کہ ایک دوسری آنکھ بھی ہمارے پیچھے ہے۔'' عثمان کو بھی بہت افسوس تھا۔

''اور اگر وہ دوسری آنکھ نہ بھی ہوتی، تب بھی آپ لوگوں کا سب کچھ ریکارڈ ہورہا تھا۔''

سر ارشد کی آواز نے سب کو چونکا دیا۔ نجانے وہ کب ان کے پیچھے آکھڑے ہوئے تھے اور ان کی باتیں سن رہے تھے۔

پہلے تو وہ بری طرح شرمندہ ہوگئے پھر عثمان کو تجسس ہوا تو بولا:

''مگر کیسے سر!؟'' عثمان نے سر سے پوچھا۔

''بجلی جانے سے سارے کیمرے بند نہیں ہوجاتے، ایک کیمرہ ایسا بھی ہے، جو ہم سب کی نظروں سے اوجھل ہے اور وہ مخفی کیمرہ بند نہیں ہوتا چاہے بجلی ہو یا نہ ہو۔ وہ سب کچھ محفوظ کرتا رہتا ہے، حد تو یہ ہے کہ وہ بھی جو ہم اکیلے میں کرتے ہیں، جو ہم سب سے چھپ کر کرتے ہیں سب کچھ......اور پھر ایک دن آئے گا جب وہ کیمرہ یہ سب باتیں سب کو دکھا دے گا۔ سب کو یعنی پوری دنیا کو۔''

''کیا؟ نہیں مگر کیوں سر؟ وہ کیمرہ ہمارے گھر میں کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ لگایا کس نے ہے؟'' سب اُلجھے ہوئے تھے۔

سر مسکرائے پھر کہنے لگے: ''کراماً کاتبین کو جانتے ہیں نا آپ لوگ۔''

سر راشد نے کہا تو بچوں کو کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگا۔

''یہ وہ فرشتے ہیں جو اللہ رب العزت نے ہمارے ساتھ رکھے ہیں اور یہ ہماری ہر ہر حرکت کو لکھتے رہتے ہیں، ہماری ہر نیکی کو، ہماری ہر برائی کو اور پھر۔''

سر ایک منٹ رک کر بولے۔ ''اور پھر ایک دن وہ یہ رپورٹ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیں گے اور کریں گے بھی اُس وقت، جب پوری دنیا کے سارے انسان وہاں موجود ہوں گے۔'' سر نے بتایا۔

''سر! ہم نے تو زندگی میں بہت سی برائیاں کی ہیں تو کیا وہ ساری دنیا کو پتا چل جائیں گی؟'' بچوں نے شرمندگی سے پوچھا۔

''نہیں، اگر آپ لوگ سچے دل سے توبہ کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کردیں گے اور آپ کی برائیاں مٹا دیں گے کیونکہ وہ اس پر قادر ہیں......اور ایک طریقہ اور بھی ہے۔'' سر نے کہا۔

''وہ کیا سر؟'' بچوں نے پوچھا۔

''اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس انسان کے عیبوں کی بھی پردہ پوشی کریں گے، جو دنیا میں دوسرے لوگوں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے گا۔'' سر نے بتایا۔

بچے بہت شرمندہ تھے۔ ان کی مغموم شکل دیکھ کر سر نے کہا:

''ویسے تو پرنسپل صاحب اس وقت بہت زیادہ غصے میں ہیں مگر پھر بھی میں کوشش کرسکتا ہوں کہ آپ لوگوں کی سزا میں کچھ کمی واقع ہوجائے اور کم از کم آپ لوگوں کی یہ حرکت آپ کے گھر والوں کو نہ بتائی جائے مگر اُس کے لیے آپ کو مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔'' سر نے کہا۔

''کیا وعدہ کرنا ہوگا؟'' بچوں نے پوچھا۔

''یہ کہ آئندہ کبھی آپ لوگ ایسی کوئی بھی حرکت نہیں کریں گے جس کی وجہ سے آپ لوگوں کو، آپ لوگوں کے والدین کو یا آپ کے اساتذہ کو بعد میں شرمندہ ہونا پڑے......تو پھر وعدہ ہے ناں؟''

سر نے کہا تو وہ جگہ وعدہ، وعدہ کی آواز سے گونج اٹھی۔

☆☆☆

اُونٹ رے اُونٹ!

۹

اشتیاق احمد

''یہ انشارجہ ہے، آپ کا ملک نہیں۔''

پیری بان نے مسکرا کر کہا۔

''لیکن سوال یہ ہے کہ ہم پیچھے کوئی سراغ چھوڑ کر نہیں آئے تھے۔'' انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

''ہم باتوں میں لگ گئے، ہمیں تو نکلنے کی کرنی چاہیے۔''

''میں دیکھ چکا ہوں، اب ہم فرار نہیں ہو سکتے۔''

''اور کیا آپ نے فون کر دیا؟''

''نہیں...... فون کرنے کا موقع کہاں ملا؟''

''اس کا مطلب ہے، ہم پکڑے گئے۔''

پیری بان نے بوکھلا کر کہا۔

''نظر تو یہی......''

ان کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے، اسی وقت پولیس اندر داخل ہوئی تھی۔

بیس کے قریب مسلح آدمی کاؤنٹر پر پہنچ کر رک گئے، پھر ایک نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا۔

''کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے، ہمیں جن لوگوں کو گرفتار کرنا ہے، وہ ہماری نظر میں ہیں۔ آپ لوگ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہیں، ہمارے مجرم خود اٹھ کر ہمارے پاس آئیں گے، ہاں تو انسپکٹر پیری بان آپ اور آپ کے ساتھی ہاتھ اوپر اٹھا کر ہمارے نزدیک آ جائیں، کوئی غلط حرکت کی تو نتیجے کے ذمے دار آپ خود ہوں گے، سنا آپ لوگوں نے۔''

''ہاں! سن لیا، ہم آرہے ہیں لیکن ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم گرفتاری دینے پر مجبور ہیں، اس وقت بھی ہم چاہیں تو آپ کے گھیرے سے نکل سکتے ہیں۔''

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''ڈینگیں مارنا اسی کو کہتے ہیں، ہوٹل کو چاروں طرف سے اِس طرح گھیرے میں لیا گیا ہے کہ کوئی پرندہ بھی فرار نہیں ہو سکتا، اور آپ ہیں کہ فرار ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں، تب پھر خود کو ہمارے حوالے کیوں کر رہے ہیں؟ فرار ہو کر دکھا دیں نا۔''

''ہم بلا وجہ خون خرابے کے عادی نہیں، ہماری وجہ سے کوئی راہ گیر یا ہوٹل کا کوئی گاہک مارا جائے یا زخمی ہو جائے، یہ ہمیں بالکل پسند نہیں، آپ ہوٹل میں موجود لوگوں کو ایک طرف کر دیں...... پھر ہم فرار ہو کر دکھا دیتے ہیں۔''

''ہم وقت ضائع کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں، خود کو ہمارے حوالے کر دیں۔''

آفیسر نے منہ بنایا۔

اور پھر انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ پیری بان کے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں پہنائی گئی تھیں۔ باہر لا کر انھیں ایک بڑی گاڑی میں بٹھایا گیا اور گاڑی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہ سب خاموش تھے۔ ہر کوئی سوچ میں گم تھا۔ آخر گاڑی ایک عمارت میں داخل ہو کر رک گئی۔ مسلح پہرے میں انھیں گاڑی سے اتارا گیا۔ اب انھیں ایک ہال میں لایا گیا۔ یہاں پولیس کے بڑے بڑے آفیسر موجود تھے۔ ان سب نے انھیں طنزیہ انداز میں دیکھا، پھر ان کی نظریں پیری بان پر جم گئیں۔

''پیری بان کو ساتھ لانے کی ضرورت نہیں تھی، انھیں الگ بند کر دیا جائے، ان پر کیس الگ چلے گا، صرف ان لوگوں کو پیش کیا جائے۔'' ایک آفیسر نے کہا۔

''اوکے سر!''

پیری بان کو ہال سے باہر نکال دیا گیا۔ اب انھیں ایک قطار میں کھڑا کیا گیا۔

''ہم صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کو فائل K-91 کے بارے میں پتا کیسے چل گیا۔''

''آپ کے گھر کے ایک شخص سے۔''

''اور اس کا نام کیا ہے۔''

''معاہدہ یہ ہے کہ ہم اس کا نام نہیں بتائیں گے۔''

انسپکٹر جمشید بولے۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم نام پوچھیں اور کوئی بتائے نا۔''

''تجربہ کر کے دیکھ لیں، معلوم ہو جائے گا۔''

محمود نے منہ بنایا۔

''اوکے، ہم یہ تجربہ ضرور کریں گے، انھیں مشین میں کس دیا جائے۔''

''ضرور کس دیا جائے۔'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

اس وقت انھیں ایک بات کی خوشی تھی کہ پروفیسر داؤدان کے ساتھ نہیں تھے، ورنہ انھیں ہتھیار ڈالنا پڑتے۔

انھیں مشین میں کس دیا گیا۔ یہ بہت عجیب و غریب سی مشین تھی۔ اس سے پہلے انھوں نے ایسی کوئی مشین نہیں دیکھی تھی۔ لمبی چوڑی اس قدر تھی کہ دس کے قریب آدمیوں کو اس میں رکھا جا سکتا تھا۔

''بٹن دبا دو۔ ابھی پتا چل جائے گا کہ یہ کتنے پانی میں ہیں۔''

''اوکے سر۔''

اور پھر ان کے جسموں میں بجلی کا کرنٹ گردش کرنے لگا۔ انھیں اپنی جان پر بنتی محسوس ہوئی لیکن انھوں نے منہ سے آواز نہ نکلنے دی، یہاں تک کہ پورا ایک منٹ گزر گیا۔

''بس بٹن بند کر دو۔''

بٹن آف کر دیا گیا۔ وہ اس وقت تک بے حال ہو چکے تھے۔ جسم میں سے جان قریب قریب نکل چکی تھی، لیکن بٹن آف ہوتے ہی ان کی حالت بہتر ہونے لگی، تاہم ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو گھنٹوں بات کرنے کے قابل نہ ہو پاتا۔

''اب کیا خیال ہے انسپکٹر جمشید؟''

آفیسر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''کس بارے میں؟''

''فائل کا راز تم لوگوں کو ہمارے کس آدمی کے ذریعے معلوم ہوا ہے۔''

''یہ بات میں نہیں بتا سکتا، ہم اصول کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔''

''اب تم لوگ اس سے کوئی کام نہیں لے سکو گے یا تو تم اس کا نام بتاؤ گے یا اس مشین سے زندہ نہیں نکلو گے۔''

''دیکھا جائے گا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''تو کیا پھر بٹن دبایا جائے؟''

''ہاں دبا ہی دیں، بہت مزا آرہا تھا۔''

محمود نے خوش ہو کر کہا۔

''یہ لوگ اس طرح نہیں مانیں گے، اس بار ڈیڑھ منٹ کے لیے بٹن دباؤ۔''

آفیسر نے گرج دار آواز میں کہا۔

بٹن دبانے والا حرکت میں آیا ہی تھا کہ تڑ سے گرا۔

☆......☆

''ارے! اسے کیا ہوا؟'' انچارج نے چونک کر کہا۔

''موت اسے اچک لے گئی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

وہ فوراً اس پر جھکا۔

اور پھر اس کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔ وہ واقعی مر چکا تھا۔

''یہ...... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟''

(جاری ہے)

کڑوی گولی

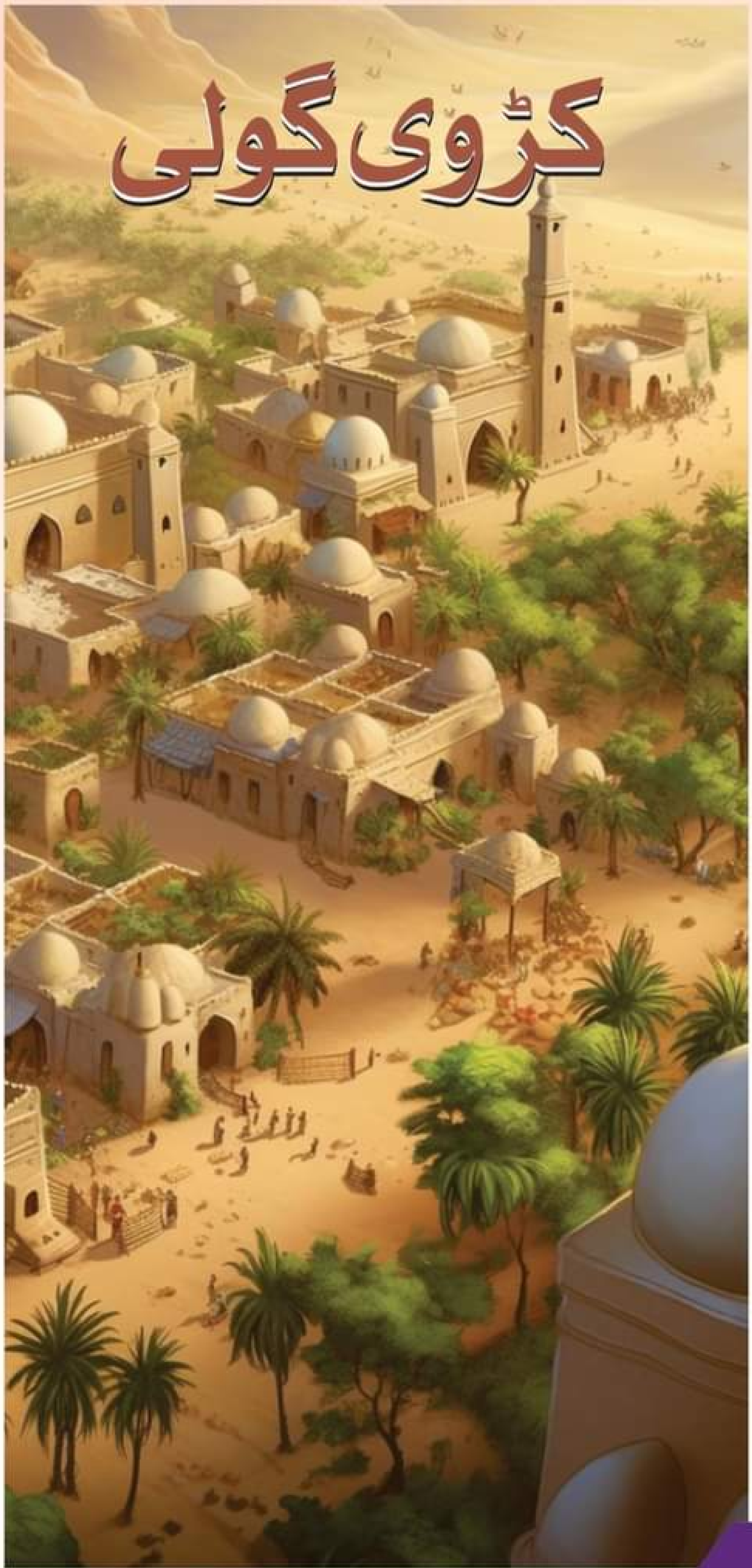

محمد اسد اللہ خان

سرزمینِ عرب پر رات اپنے پر پھیلا چکی تھی۔ یثرب کے گلی کوچوں میں سناٹے کا راج تھا۔ ایک قبیلے کے نسبتاً اونچے مکان کی چھت پر بیٹھا شخص قندیل کی ٹمٹماتی روشنی میں ایک زائچہ بنانے میں مصروف تھا۔

روشنی اِس قدر مدھم تھی کہ وہ شخص اندھیرے کا ہی حصہ لگ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس کا زائچہ مکمل ہوا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر جوش کی سی کیفیت تھی۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑے عدسے کو آنکھ سے لگایا اور تاروں کا مشاہدہ کرنے لگا۔ ایک لمحے کے لیے اس نے عدسہ ہٹایا اور زائچے پر نظر ڈالی۔ چند مقامات پر نشان لگائے اور دوبارہ آسمان پر تاروں کو غور سے دیکھنے لگا۔

اچانک اس نے خوشی سے بے قابو ہوکر ''مرحبا'' کا نعرہ لگایا۔

اس کی آواز سناٹے کا سینہ چیرتی ہوئی پورے قبیلے میں گونج گئی۔

آس پاس کے مکانوں سے لوگ باہر نکل کر حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگے لیکن اس پر تو جیسے دیوانگی کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ وہ کسی کی طرف متوجہ نہیں تھا اور نعروں پر نعرے لگائے جا رہا تھا۔

''کیا بات ہے یوشع؟ تم کیوں اتنی رات گئے اس طرح نعرے لگا رہے ہو؟''

ایک بوڑھے نے استفسار کیا۔

''یا اخی! بات ہی کچھ ایسی ہے کہ میری خوشی بے قابو ہوئی جا رہی ہے، وہ دیکھو۔''

اُس نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

''میری انگلی کی سیدھ میں دیکھو، یہ جو تم ستارہ دیکھ رہے ہو یہ ستارۂ احمد ہے۔ آج رات فلک پر ستارۂ احمد طلوع ہوگیا ہے۔ ہم یہودی اتنے عرصے سے جس آخری نبی کا انتظار کر رہے تھے، یہ ستارہ ان کے ظہور کی علامت ہے۔ ہمارا نبی آنے والا ہے، اب ہم بے یارو مددگار نہیں رہیں گے۔ پری دنیا پر ہماری حکمرانی ہوگی۔ بڑی بڑی عظیم سلطنتیں اُن کے قدموں میں ڈھیر ہو جائیں گی۔ وہ لوگوں کے دلوں کو فتح کریں گے، ان کے پاس ہدایت ہوگی۔ وہ مظلوموں کے لیے امید ہوں گے اور ظالموں پر قہر بن کر ٹوٹیں گے، انصاف ان کی چادر ہوگی اور رحم دلی ان کا بچھونا ہوگا۔ وہ تمام نبیوں کے سردار ہوں گے۔''

وہ یہودی عالم بغیر رکے بتاتا چلا گیا۔

پھر وہ تیزی سے چھت سے اترا اور ایک سَمت کو چل دیا۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے سردار کے مکان میں داخل ہو رہا تھا۔ سردار کو نیند سے جگا کر اس نے ساری بات بتائی۔

خوشی سے سردار کی آنکھیں بھی چمک اٹھیں۔

''نوفل!'' سردار نے اپنے غلام کو آواز دی۔

''حکم سردار۔'' غلام کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

''یوشع کو ایک مشکیزہ سرخ شراب اور سو اشرفیاں بطور انعام دے دو اور قبیلے کے تمام لوگوں کو میرا حکم پہنچا دینا کہ وہ کل سورج نکلنے کے فوراً بعد قبیلے کے بڑے میدان میں حاضر ہوں۔''

''جی بہتر میرے آقا!'' غلام نے تابعداری سے سر جھکایا

سردار اپنی خواب گاہ کی جانب بڑھ گیا۔

☆......☆

اگلے دن قبیلے کے میدان میں تمام لوگ جمع تھے۔ ان کی نگاہیں سردار کے مکان پر جمی تھیں۔ چند ساعتوں کے بعد مکان کا دروازہ کھلا اور سردار محافظوں کی معیت میں چلتا ہوا ایک اونچے چبوترے کی طرف بڑھا جو کہ خطاب کے لیے بنایا گیا تھا۔

خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد سردار نے ایک طائرانہ نگاہ ہجوم پر ڈالی اور گویا ہوا:

''جیسا کہ آپ لوگوں کو اب تک علم ہوگیا ہوگا کہ کل رات فلک پر ستارۂ احمد طلوع ہوگیا ہے جو کہ ہمارے آخری نبی کے ظہور کی علامت ہے، وہ نبی جن کے ہم ایک عرصے سے منتظر تھے جن کے وسیلے سے ہم اپنی جنگوں میں دعائیں مانگا کرتے تھے، وہ نبی ہم میں ظاہر ہونے والے ہیں۔ وہ ہمیں ذلت کے اندھیروں سے نکالیں گے اور عظمت کی بلندیوں پر

صحابہ اور تابعین کے ایمان افروز اور انوکھے واقعات جاننے کے لیے دو بہترین کتابیں

صحابہ کے واقعات

- 75 کامیاب ہستیوں کا خوبصورت تذکرہ
- واقعات سے حاصل شدہ قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- دین سے محبت اور عمل کا شوق ابھارنے میں معاون

صرف 810/-

تابعین کے واقعات

- 32 خوش نصیب ہستیوں کا ایمان افروز تذکرہ
- قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- اسکول و مدارس کے نصابی تقاضوں سے ہم آہنگ

صرف 652/-

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

مستند مجموعۂ وظائف

اب موبائل ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔

GET IT ON Google Play

بیت العلم

کراچی فون: 021-32726509 ، موبائل: 0309-2228089

لاہور فون: 042-37112356

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

لے جائیں گے۔''

اتنا کہ کر وہ ایک لمحے کے لیے رکا اور پھر گویا ہوا: ''پہلے جتنے بھی انبیا ہم میں مبعوث ہوئے وہ سب حسین تھے یہ نبی احسن ہوں گے۔ کردار کے لحاظ سے وہ سب کامل تھے یہ نبی اکمل ہوں گے۔ ہمیں خود کو اپنے نبی کی تائید و نصرت کے لیے تیار کرنا ہوگا۔ آج اسی خوشی میں میری طرف سے پورے قبیلے کو دعوتِ عام ہے۔''

سردار اپنی تقریر کے اختتامی کلمات ادا کر کے نیچے اترا اور اپنے مکان کی جانب بڑھ گیا۔ ہجوم میں کھڑے لوگ خوشی سے نعرے لگا رہے تھے اور فضا میں مسرت کے رنگ بکھر گئے تھے۔

☆......☆

اس واقعے کو بیس سورج بیت چکے تھے۔ سردار کی خواب گاہ کا منظر تھا۔ وہ اپنی نشست پر بیٹھا کھال کے ایک ٹکڑے پر کچھ لکھنے میں مصروف تھا کہ اسی اثنا میں غلام نوفل اندر داخل ہوا۔

''کیا بات ہے نوفل؟'' سردار نے سر اٹھائے بغیر پوچھا۔

''سردار! وہ شمعون سرزمینِ مکہ سے ہو کر آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔''

''اسے فوراً اندر بھیجو۔'' سردار نے بارعب لہجے میں کہا۔

چند لمحوں بعد سردار کے کمرے میں شمعون داخل ہوا۔ اس کے بال اور کپڑے گرد سے اٹے ہوئے تھے اور چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

''ہاں کہو شمعون! کیا خبر لائے ہو؟'' سردار نے بے تابی سے پوچھا۔

''میرے پاس دو خبریں ہیں سردار! ایک اچھی ہے اور دوسری بری، پہلے کون سی سناؤں؟''

''پہلے اچھی خبر سناؤ۔''

سردار کے انداز سے بے تابی جھلک رہی تھی۔

''تو سنیے سردار! خوشی کی خبر یہ ہے کہ آخری نبی جن کا ہمیں بہت شدت سے انتظار تھا اُن کا ظہور ہو گیا ہے اور انھوں نے اپنی نبوت کا اعلان بھی کر دیا ہے۔''

شمعون جوش بھرے لہجے میں بتاتا چلا گیا۔

''ارے واہ یہ تو تم بہت اچھی خبر لائے ہو شمعون، اِس پر تمھیں انعام ملے گا۔''

سردار کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، مگر پھر ایک خیال سے چونک اٹھا۔

''مگر......مگر وہ بری خبر؟'' اس نے الجھن آمیز انداز میں پوچھا۔

شمعون کے چہرے پر سایہ سا لہرایا اور وہ دھیمی آواز میں گویا ہوا:

''سردار! ہماری توقعات کے برعکس آخری نبی بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں سے مبعوث ہوئے ہیں۔ اُن کا تعلق قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو ہاشم سے ہے اور ان کا نام محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔''

''کیا؟!'' سردار ہکا بکا رہ گیا۔ جیسے کسی عفریت نے اسے چھو لیا ہو، اس پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

ہر گزرتے لمحے اس کے خوشی سے چمکتا چہرا رنگ بدل رہا تھا۔ پہلے وہ سرخ ہوا اور پھر دھیرے دھیرے غضب سے سیاہ پڑ گیا۔

پھر اچانک وہ پھٹ پڑا۔ اپنے سر کے بال نوچتے ہوئے بولا: ''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اب تک نبوت ہمارے جد امجد حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں مبعوث ہوتی رہی ہے تو پھر یہ آخری نبی جو سارے نبیوں کے سردار ہیں، یہ بھلا بنی اسماعیل میں کیسے مبعوث

ہو سکتے ہیں؟ یہ عظمت اور شرف تو بنی اسرائیل کا حق ہے یہ کسی اور کو کیسے مل سکتا ہے؟ اگر یہ واقعی ہوا ہے تو یہ ہمارے ساتھ خداوند کی سراسر ناانصافی ہے۔''

سردار کی آواز شدتِ جذبات سے لرز رہی تھی۔

'' اب ہم کیا کریں گے سردار؟''، شمعون کا لہجہ سوالیہ تھا۔

''مخالفت۔''سردار کی جانب سے یک لفظی جواب آیا۔

''لیکن سردار ہم تو اتنے عرصے سے اُن کے منتظر تھے۔ اب ہم ان کی مخالفت کر کے اپنی دنیا و آخرت کر سکتے ہیں؟''

شمعون نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''تو تم کیا چاہتے ہو کہ ہم عظیم بنی اسرائیل بنی اسماعیل کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیں۔ گوہ تو گھاٹ پر پانی پینے آ سکتی ہے لیکن ہم کبھی بنو اسماعیل کی اطاعت تسلیم نہیں کر سکتے۔''، سردار کا لہجہ اٹل تھا۔

(عرب یہ محاورہ تب بولتے تھے جب کوئی ناممکن بات ہوتی تھی کیونکہ گوہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کئی کئی سال پانی پیے بنا صحرا میں زندہ رہ سکتی ہے!)

''جاؤ اور دوسرے یہودی قبیلے کے سرداروں کو دعوت دو کہ کل وہ میرے جرگے میں شریک ہوں۔ ایک بہت اہم معاملے پر بات کرنی ہے۔''

سردار نے اہم پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''جی بہتر سردار!''، شمعون سر ہلاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

☆......☆

سرداروں کا جرگہ شروع ہو چکا تھا۔ حسد کی بیماری جو شیطان کی وراثت ہے وہ بہت بڑے نقصان اور ذلت کے یقین کے باوجود ایک بار پھر اپنا آپ منوا چکی تھی۔ آج تمام یہودی سرداران اپنی قوم کے مستقبل کو سیاہی میں دھکیلنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ آسمان پر چمکتا سورج اس قوم کو ایک ایسے فیصلے پر متفق ہوتا دیکھ رہا تھا جو انھیں تاقیامت دنیا میں اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں ذلت سے دوچار کرنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے باطنی بیماروں کی شفایابی کے لیے جو دوا بھیجی تھی اس میں بیماروں کو آزمانے کے لیے ایک کڑوی گولی بھی رکھ دی تھی لیکن بیماروں نے وہ گولی نگلنے سے انکار کر دیا تھا۔ انھیں شفا عزیز نہیں تھی اور ذلت ایک بار پھر اُن کا مقدر ہو چکی تھی۔

☆☆☆

آپ کتنے پانی میں ہیں؟ ۲۴

ترتیب:

(۱) ہجرت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ترپن (۵۳) برس تھی۔

(۲) اللہ پاک نے قرآن مجید میں زیتون اور انجیر کے درختوں کی قسم کھائی ہے۔

(۳) کوئٹہ کا پرانا نام شالکوٹ تھا۔

(۴) مکران کا علاقہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں فتح ہوا۔

(۵) وہ پیلا رنگ ہے، جو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ہماری آنکھ دیکھتی ہے۔ اس لیے کسی چیز کو ہائی لائٹ کرنے کے لیے پیلا چمکدار رنگ استعمال کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

بچوں کا اسلام اور ہم

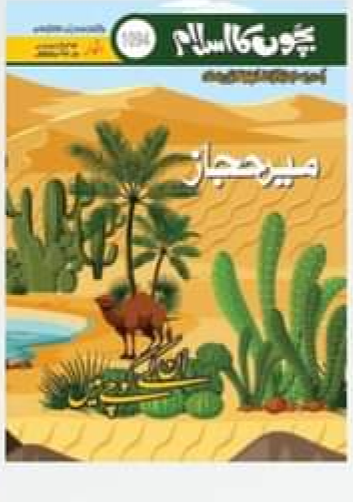

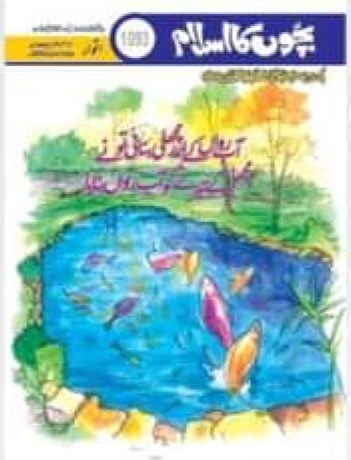

'بچوں کا اسلام' اس وقت سے ہمارے گھر آ رہا ہے جب یہ ایک صفحے پر ہوا کرتا تھا۔ بس پھر کیا تھا ہم اس کی جانب کھنچتے چلے گئے۔ اب تو یہ حال ہے کہ ہم سب بہن بھائی شدت سے اس کا انتظار کرتے ہیں اور اکثر تو ہماری اس بات پر لڑائی ہو جاتی ہے کہ ''پہلے مجھے پڑھنا ہے۔''

بچوں کا اسلام کے مطالعے سے ہمارا اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوا۔ پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عشق میں اضافہ ہوا اور سنتوں پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اسلاف کے کارناموں سے آگہی ہوئی۔ قرآن پاک حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ الحمدللہ! اب میرا چھوٹا بھائی احمد اور ہم بہنیں بھی قرآن پاک حفظ کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن پاک مکمل حفظ کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

بچوں کا اسلام ہی سے ہم بہن بھائیوں میں مطالعے کا شوق پیدا ہوا اور ہم نے اپنے گھر میں ایک چھوٹی سی لائبریری بھی بنائی۔ بچوں کا اسلام کے ذریعے ہمیں دین و دنیا کے متعلق اہم معلومات بروقت ملتی رہتی ہیں، حتیٰ کہ اکثر سہیلیوں اور کزن حیرت سے کہنے لگیں کہ بھئی تمھارے گھر میں اسمارٹ موبائل، ٹی وی وغیرہ تو ہے نہیں پھر تمھیں اتنا سب کچھ کیسے پتا ہوتا ہے؟''

تب ہم بڑے فخر سے انھیں بتاتے کہ جی یہ ہمارے پیارے رسائل بچوں و خواتین کا اسلام کا کمال ہے۔ بچوں کا اسلام میں پڑھنے کے بعد ہی ہم نے فرانسیسیوں اور قادیانیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا۔ غرض یہ کہ 'بچوں کا اسلام' نے ہر لحاظ سے ہماری اصلاح کی اور ہم پر سوچنے کے نئے در وا کیے۔ مدیر چاچو! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ ہمارے لیے اتنا پیارا رسالہ ترتیب دیتے ہیں اور بچوں کا اسلام میں لکھنے والوں کا بھی جو ہمارے لیے اتنی زبردست کہانیاں لکھتے ہیں۔ اس پرفتن دور میں 'بچوں کا اسلام' حکمت و بصیرت کے ساتھ معاشرے میں اصلاح کا پہلو اجاگر کرنے کی ایک زبردست کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید برکتیں عطا فرمائے اور نظرِ بد سے بچائے، آمین!

آخر میں اپنے پیارے رسالے کے لیے دو مصرعے پیشِ خدمت ہیں۔

دل میں بسا ہے بچوں کا اسلام کچھ ایسے
پھول میں ہوتی ہے خوشبو جیسے

(لائبہ عبدالرحیم۔ فیروزہ، ضلع رحیم یار خان)

(خصوصی طور پر بچوں کا اسلام کے نوعمر قارئین کے لیے سہل اور عام فہم انداز میں تلخیص کیا گیا!)

اختر حسین عزمی

94

میرِ حجاز

وہ رجب کی ستائیسویں شب تھی۔ ولادت نبوی کو اکاون سال ہو چکے تھے۔ حضرت اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں جب سب لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھ نماز عشاء ادا کر چکے تو اُم ہانی نے آپ کو یہیں شب بسری کی دعوت دی جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرما لیا۔

حضرت اُم ہانی ابوطالب کی بڑی بیٹی اور علی و جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ مسلمان ہو چکی تھیں لیکن ان کا شوہر ہبیرہ مسلمان نہیں ہوا تھا، البتہ پیغمبرؐ اسلام جب بھی ان کے گھر جاتے وہ خوش دلی سے آپ کا خیر مقدم کرتا۔

اگر آپ کی تشریف آوری کے موقع پر نماز کا وقت ہوتا تو گھر میں موجود مسلمان اکٹھے نماز پڑھ لیتے۔

مختصر استراحت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور مسجد حرام تشریف لے گئے۔

کعبۃ اللہ میں رات گزارنا آپ کو بڑا مرغوب تھا۔ ذکر وعبادت کے بعد دوبارہ نیند کی خواہش ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حطیم میں سو گئے۔

اسی دوران جبریل امین حاضر ہوئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب سے بیدار کیا اور چاہِ زم زم کے پاس لے کر آئے۔

سینہ نبوی کو چاک کیا۔ قلب اطہر کو زم زم سے دھویا اور ایمان وحکمت سے بھرا طشت دل میں انڈیل دیا اور پھر سینہ نبوی کو پہلی حالت میں ہموار کر دیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جبریل امین کے ہمراہ حرم سے باہر تشریف لائے تو وہاں انتہائی سفید رنگ کا ایک چوپایہ بندھا ہوا تھا جو قد وقامت میں خچر سے چھوٹا اور گدھے سے ذرا بڑا تھا اور اس کے بال و پر بھی تھے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے سواری پر سوار ہونے کے لیے عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے براق پر سوار ہوتے ہی وہ چل پڑا۔

اس کی برق رفتاری کا یہ عالم تھا کہ نگاہ جہاں تک پہنچتی تھی، اس کا قدم وہاں تک پہنچتا تھا اور جبریل امین رخش آسمانی کے پہلو میں قدم بقدم شمال کی سمت آگے بڑھ رہے تھے۔ یثرب، خیبر، تبوک اور بالآخر بیت المقدس (یروشلم) کے دروازے پر پہنچ گئے۔

قبلہ اوّل مسجد اقصیٰ کے صدر دروازے کے ایک حلقے کے ساتھ براق کو باندھ دیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر داخل ہوئے تو ہزاروں نفوس مسجد میں چشم براہ تھے۔

اقامت کہی گئی اور صفیں درست ہو گئیں۔

''نماز کی امامت کون کروائے گا؟'' اللہ کے آخری نبی ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ جبریل نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور آگے کر دیا۔ بعد از نماز جبریل علیہ السلام نے پوچھا:

''یا رسولؐ اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔'' اللہ کے رسولؐ نے کہا۔

''یہ وہ سب انبیاء ہیں جو اللہ کی طرف سے مبعوث ہو چکے ہیں۔''

اب آپ دوبارہ براق پر سوار ہوئے۔ براق نے اوپر کی سمت اڑان کے لیے اپنے پیروں کو حرکت دی اور لمحوں میں جبریلؑ کی ہمراہی میں زمان ومکان کی حدود ارضی سے ماورا ہو گئے۔

بُراق اب آسمانِ دنیا کے دروازے پر کھڑا تھا۔ جبریل نے دستک دی، آواز آئی: ''کون؟''

''جبریلؑ۔''

''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔''

''کیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلوایا گیا ہے؟''

''ہاں۔'' جواب دیا گیا۔

''مرحبا، خوب!''

فرشتوں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

مہمان معظم اندر داخل ہوئے تو ایک وجیہ ہستی سے سامنا ہوا۔

''یہ آپ کے باپ آدمؑ ہیں، انھیں سلام کیجیے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں سلام کیا۔

''صالح بیٹے اور صالح نبی مرحبا!''

انھوں نے جواب دیا۔

اسی طرح دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ نے تیسرے آسمان پر حضرت یوسف نے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس نے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون نے، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام نے آپ کا استقبال کیا۔

جبریلؑ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ اس کے بعد آپؐ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، پھر آپ کے لیے بیت المعمور کو ظاہر کیا گیا، پھر خدائے جبار جل جلالہ کے دربار میں پہنچا دیا گیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ جل شانہ کے اتنا قریب ہوئے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

اس کے بعد اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی، جو کچھ کہ وحی فرمائی اور پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انھوں نے پوچھا:

''آپؐ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟''

''پچاس نمازوں کا۔'' پیغمبرؐ اسلام نے جواب دیا۔

''آپؐ کی امت اس کا حق ادا نہ کر سکے گی۔ میں بنی اسرائیل کا امتحان کر چکا ہوں۔ آپؐ رب تعالیٰ کے پاس واپس جائیے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجیے۔''

حضرت موسیٰؑ کے اس مشورے پر آپ نے مشورہ طلب نظروں سے جبریلؑ کی طرف دیکھا۔

''اگر آپؐ چاہیں تو!''

جبریلؑ نے اثبات میں اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر ربّ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے۔

آپؐ کی درخواست پر دس نمازیں کم ہو گئیں۔ واپسی پر پھر حضرت موسیٰؑ نے وہی بات کی۔

اسی طرح حضرت موسیٰؑ اور دربار الٰہی میں آپؐ کی بار بار آمد ورفت رہی یہاں تک کہ نمازوں کی تعداد صرف پانچ رہ گئی۔

موسیٰؑ نے اب بھی تخفیف کا مشورہ دیا تو آپؐ نے فرمایا: ''اب مجھے اپنے ربّ سے بات کرتے ہوئے حیا آتی ہے۔ میں اسی پر راضی ہوں۔''

(جاری ہے)

دو باتیں سے دستک تک

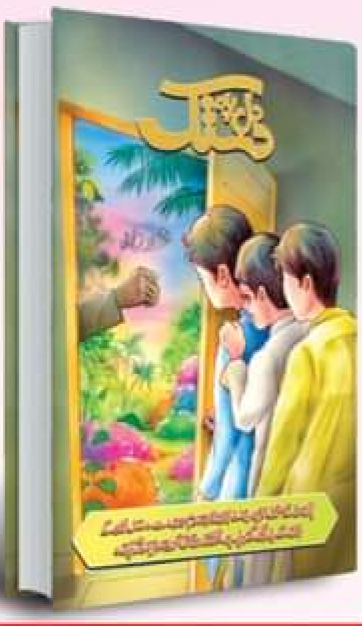

کتاب منگوانے کے لیے اس نمبر پر اپنا مکمل نام، پتا اور فون نمبر بھیجیے۔ کتاب گھر بیٹھے حاصل کیجیے۔
0342-4198208

کسی مقبول عام میگزین کے منصبِ ادارت پر اچانک فائز ہو جانا جہاں ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں، وہاں پر ایک بہت بڑی آزمائش بھی ہے۔ حضرت اشتیاق احمد علیہ الرحمہ جیسی نابغۂ روزگار شخصیت کی وراثت سنبھالنا اور نبھانا کسی مردِ ہم ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ اور پھر بے تکلف اور دلچسپ ''دو باتیں'' وہی کہہ سکتا ہے جو دل کے دروازے پر ''دستک'' دینے کے آداب جانتا ہو۔

بچوں کا اسلام کے بانی مدیر کی ''دو باتیں'' جناب اشتیاق احمد علیہ الرحمہ کی خالص ذاتی باتیں ہوتی تھیں، جو وہ اپنے محبوب قارئین سے کیا کرتے تھے۔ میگزین کے باقی صفحات کے دسترخوان پر تو وہ سرور مجذوب، عبداللہ فارانی اور ارشاد الٰہی کی میزبانی بڑی خوشی اور فراخ دلی سے کیا کرتے تھے لیکن انھوں نے دانستہ طور پر ان معزز ہستیوں کو ''دو باتیں'' سے ایک فاصلے پر رکھا ہوا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ جناب سرور مجذوب کبھی کبھی حالتِ جذب میں اس نجی محفل میں جھانک لیا کرتے تھے، لیکن جہاں تک ''دستک'' کا تعلق ہے، اُس میں ہمیں جگہ جگہ سرور مجذوب کی قلبی کیفیت، عبداللہ فارانی کی علمی فضیلت اور ارشاد الٰہی کے رشد و ہدایت کی ملاوٹ نظر آتی ہے۔

یہ ملاوٹ ناپسندیدہ یا قابلِ گرفت ملاوٹ نہیں بلکہ دودھ میں شہد جیسی ملاوٹ ہے، جس کی وجہ سے اسے ''ملاوٹِ حسنہ'' کہا جا سکتا ہے۔ (ملاوٹ حسنہ جیسی ملاوٹی ترکیب کے لیے اہلِ زبان حضرات سے معذرت، لیکن اگر سیاست اور عدالت میں نظریۂ ضرورت اور شاعری میں رعایتِ لفظی کی گنجائش ہے تو نثر بے چاری نے کیا قصور کیا ہے کہ اسے اس قسم کی رعایت نہ دی جائے)۔ دستک میں آپ کو اور بھی بے شمار قسم کی ملاوٹیں نظر آئیں گی، اور ملاوٹوں کی یہ کثرت اپنے نتائج کے لحاظ سے قارئین کے روحانی و نفسیاتی امراض و عوارض کے لیے تریاق کا کام دے گی۔ غالب نے کسی ایسے ہی موقع کے لیے کہا تھا ؏ درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

اب دیکھتے ہیں کہ اس مجموعے میں کون کون سی ملاوٹیں ہمارے ذوقِ مطالعہ کو صحت بخش ذائقے میسر کرتی محسوس ہوں گی۔

اس میں ہمیں زبان و ادب کی چاشنی بھی ملے گی۔ تربیت و اصلاح کے نمک پارے بھی ملیں گے۔ کھٹے میٹھے ادبی شہ پارے بھی ملیں گے۔ مزے مزے کی کہانیاں بھی ملیں گی، حکمت و دانائی کی پر مغز باتیں بھی ملیں گی، اکابر اور بزرگانِ دین کے پاکیزہ تذکار و افکار کی روحانی غذائیں بھی ملیں گی۔

صاحبِ دستک کبھی ہمیں شوخ اور دلچسپ واقعات کی مدد سے یہ سمجھا رہے ہوں گے کہ نہ بہت جلد بازی مناسب ہے اور نہ بہت سست روی بلکہ اعتدال ہی بہترین لائحہ عمل ہے۔ کبھی نامی گرامی مبلغ اسلام کے تکبر کی وجہ سے مرتد ہونے (العیاذ باللہ) اور متعصب عیسائی مبلغ کے تکبر سے پرہیز کی وجہ سے مبلغ اسلام بن جانے کی سچی کہانی سنا کر ایمان پر خاتمے کی دعا مانگ رہے ہوں گے، کبھی ایک کوڑا پھینکنے والی اور دوسری سامان کی گٹھڑی والی فرضی بڑھیاؤں کی کہانیاں دلیل سے من گھڑت ثابت کر رہے ہوں گے، کبھی حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے شفقت اور سرپرستی سے آگاہ کر رہے ہوں گے، کبھی قارئین سے اخلاص کی نعمت اپنانے اور ریاکاری سے بچنے کا وعدہ لے رہے ہوں گے، اچھے شہری کی حیثیت سے راستوں اور گزرگاہوں کی صفائی کا درس دے رہے ہوں گے اور کبھی اضافی محتاط (ضرورت سے زیادہ محتاط) ہونے کے نقصانات بتا رہے ہوں گے۔

ہمیں شاعر حضرات کے بارے میں تو معلوم تھا لیکن متشاعر کون ہوتے ہیں؟ سو متشاعر حضرات کا تعارف بھی ہمیں یہیں سے ملے گا۔ صاحبِ دستک متشاعر حضرات کو شاعر بننے کا گر سکھا رہے ہیں اور غیر شاعر حضرات کو نثر لکھنے کے اسرار و رموز بھی سمجھا رہے ہیں اور اس کے باوجود جن کے پلے کچھ نہیں پڑا، انھیں جناب اسامہ سرسری سے رجوع کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔

''صفائی نصف ایمان ہے'' کے غلط العوام ترجمے کی تصحیح ''پاکیزگی نصف ایمان ہے'' کی صورت میں ہمیں یہیں سے ملے گی۔ ''نصیحت مگر حکمت کے ساتھ'' کا طریقہ، مسجد اور شعائر اللہ کی تعظیم کی تعلیم اور نوجوانوں کے استفسار پر انھیں زندگی گزارنے کے اہم مشورے بھی یہاں ملیں گے۔

جناب سرور مجذوب کے انداز میں دستک دیں گے تو ہمیں بتائیں گے کہ ہماری زندگی بس ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ہے (یوماً او بعض یوم)، عبداللہ فارانی یاد آئیں گے تو ان کے اور ہر غیرت مند مسلمان کے پسندیدہ موضوع ''ختم نبوت'' کے سلسلے میں فتنہ قادیانیت سے خبردار کر رہے ہوں گے۔ کبھی لاکھوں نیکیاں کمانے والی مذہبی جذباتی موبائلی بلیک میلنگ سے پردہ اٹھا رہے ہوں گے اور کبھی توتا اور طوطا کی بحث میں ''غلط العوام'' اور ''غلط العام فصیح'' کا فرق سمجھا رہے ہوں گے۔ کبھی طالبانِ افغانستان کے تدبر، اخلاصِ نیت اور توکل علی اللہ پر انھیں خراجِ تحسین پیش کر رہے ہوں گے۔

اسی طرح جناب ارشاد الٰہی کے زیر اثر بڑی بوڑھیوں کے انداز میں پوری کی پوری کہانی اتنے دلچسپ انداز میں سناتے ہیں کہ دل میں اتر جائے۔ اتنا دل نشیں انداز کہ ہم جیسی عمروں والے قارئین بھی بچوں کی طرح مزے لے لے کر لطف اندوز ہوتے ہیں اور لطف یہ کہ یہ احساس ہی نہیں ہونے دیتے کہ قصہ گو ہم سے کہیں کم عمر ہے۔ ہر عمر کے قاری کا دل موہ لینے والی یہ خوبی یقیناً خداداد صلاحیت ہے جسے ان کے شوقِ کتب بینی اور ذوقِ مطالعہ و مشاہدہ نے مزید صیقل کیا ہے، اسی لیے کچھ باتیں سمجھانے کی کوشش میں جب وہ خود اپنے بارے میں یہ لکھتے ہیں تو بجا لکھتے ہیں کہ: ''...... چند خیر کی باتیں موجود ہیں جنھیں آپ سے بیان کرنے کے لیے ہمارے پاس الفاظ بھی ہیں اور اللہ کے فضل سے سمجھانے کا ڈھنگ بھی......''

اگر کسی کو ان کے اس اعترافِ فن پر اب بھی اعتراضِ محض ہے تو وہ اس کتاب دل پہ دستک میں ''نعمتِ سرما'' کے عنوان سے ان کی تحریر کا مطالعہ کر لے۔ برفیلی ہواؤں سے لبریز ایک سرد صبح کی ایسی منظر کشی کی ہے کہ دل اش اش کر اٹھتا ہے اور پڑھنے والے پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ خود کو اس ماحول میں موجود اور اپنے آپ کو اس سہانے منظر کا حصہ محسوس کرنے لگتا ہے۔

لیکن اس تمام تر قدرتِ کلام اور ندرتِ بیان کے باوجود کسرِ نفسی کا یہ عالم ہے کہ دستک کے دھیمے اور ملائم انداز پر ہمیں رہ رہ کر ایک مودبانہ آواز کا گمان ہوتا ہے...... اور شاید یہی وجہ ہے کہ بچوں کا اسلام کے ریکارڈ ساز اور فروخت اور مقبولیت کے عروج کو پانے والے اَلف نمبر کی اشاعت سے بیس روز قبل ہی انھیں بارگاہِ رسالت میں اس کی قبولیت کی سند مل گئی۔

یہ جو انعامِ حرف ہے فیصل!
عاجزی پر دیا گیا ہے تجھے
(شاعر فیصل عجمی کے قولِ فیصل میں یک لفظی تصرف کے ساتھ)

آخر میں تحدیثِ نعمت کے طور پر قارئین کو یہ بتانا بھی باعثِ برکت ہوگا کہ دستک کے بارے میں یہ معروضات سوچنے اور لکھنے کے دوران میں اللہ رب العزت نے راقم الحروف کو حرمِ کعبہ میں حاضری اور وہاں نماز ادا کرنے کی سعادت کے ساتھ ساتھ جبلِ نور کے ایک ایسے بابرکت مقام کی زیارت اور وہاں دستک دینے کی توفیق عطا فرمائی جہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خالقِ کون و مکان کا پہلا پیغام (وحی) پہنچانے کے لیے بارگاہِ رسالت پر دستک دی تھی۔

پروفیسر محمد اسلم بیگ
مکہ معظمہ، ۲۹ ربیع الاول ۱۴۴۴

پہاڑ اور گلہری!

علامہ اقبال

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے
تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے

ذرا سی چیز ہے اس پر غرور! کیا کہنا!
یہ عقل اور یہ سمجھ یہ شعور! کیا کہنا!

خدا کی شان ہے نا چیز چیز بن بیٹھیں!
جو بے شعور ہوں یوں باتمیز بن بیٹھیں!

تری بساط ہے کیا میری شان کے آگے
زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے

جو بات مجھ میں ہے تجھ کو وہ ہے نصیب کہاں
بھلا پہاڑ کہاں جانور غریب کہاں!

کہا یہ سن کے گلہری نے منہ سنبھال ذرا
یہ کچی باتیں ہیں دل سے انھیں نکال ذرا!

جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کیا پروا!
نہیں ہے تُو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا

ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا کوئی چھوٹا یہ اس کی حکمت ہے

بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اُس نے
مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اُس نے

قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں
نری بڑائی ہے! خوبی ہے اور کیا تجھ میں؟

جو تُو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دِکھا مجھ کو
یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

☆☆☆

نظم ایک پہاڑ اور گلہری اقبال نے ۱۹۰۱ء میں اسکولوں کی درسی کتاب کے لیے لکھی تھی جو بعد میں ان کی کتاب بانگِ درا میں شامل کی گئی۔ یہ نظم امریکا کے مشہور ادیب، فلسفی اور شاعر ایمرسن کی ایک نظم سے متاثر ہو کر لکھی گئی۔ ایمرسن ۱۸۰۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۲ء میں انھوں نے وفات پائی۔

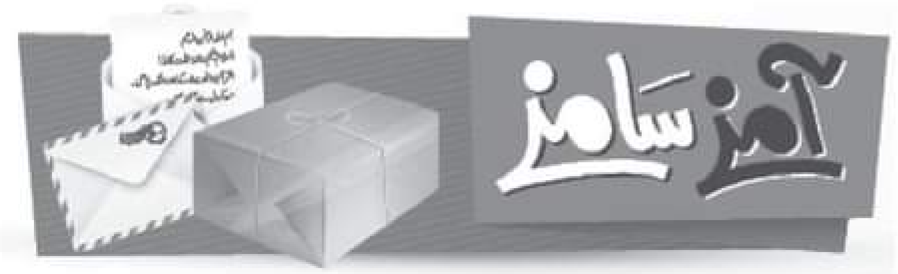

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆ زندگی میں پہلی مرتبہ 'بچوں کا اسلام' نظروں سے گزرا اور دل میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ شمارہ ۱۰۹۲ پورا پڑھا۔ 'سوفٹ ڈرنک پینے جتنا صدقہ' نے زندگی کو ایک نیا سبق دیا۔ 'پلاسٹک کی کہانی' از فوزیہ خلیل نے اس میں مفید معلومات دیں۔ 'میر حجاز' کی کیا تعریف کریں، امید ہے کہ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ 'کیوی ایک پرندہ' نے حیران کر ڈالا اور رب تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلایا۔ پہلی بار خط لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ (محمد ثقلین معاویہ۔ لودھراں)

ج: اب یہ ''جسارت'' کرتے رہیے گا ثقلین بھائی!

☆ شمارہ ۱۰۹۲ میں 'ایک تصوراتی سفر کی روداد' پڑھی اور زبان سے واہ نکل گیا۔ ماشاء اللہ کیا بلند پایہ تخیل ہے مدیر صاحب کا، البتہ یہ سوچتا رہا کہ اگر یہ سفر حقیقت میں انجام پا گیا تو ان قاریات کا کیا ہوگا جو صنف نازک میں شامل ہیں؟ 'سوفٹ ڈرنک پینے جتنا صدقہ' ایک دل کو چھو لینے والی داستان تھی۔ 'پلاسٹک کی کہانی' پڑھ کر ایک گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ ہمارا ملک کس نہج پر جا رہا ہے! 'ان کے کوچے میں' اپنی نوعیت کا منفرد سفرنامہ ہے۔ ہر منظر کو بھائی فضیل فاروق نے اس طرح بیان کیا ہے گویا کہ ہم بھی ان کے ساتھ ساتھ ہوں۔ غار پر چڑھنے کی کٹھنائیوں کے بارے میں پڑھ کر لگتا ہے کہ ہم بھی بھائی محمد فضیل فاروق کے ساتھ اندھیری رات میں اس لامتناہی سفر کو طے کر رہے ہیں۔ 'وقت بتائے گا' عام روایتی کہانی تھی۔ البتہ لکھنے کا انداز اور آخر میں شعر نے تو کمال کے درجے کو چھو لیا۔ محترمہ عائشہ غضنفر اللہ کافی عرصے بعد نظر آئیں اور دل خوش کر دیا۔ 'بلی اور ہم' مزاح پر مشتمل ایک سبق آموز کہانی تھی جس نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ (رملہ فرحان۔ حیدر آباد)

ج: اس میں الجھن کی کیا بات ہے؟ وہی ہوگا جو اس تصوراتی سفر کی روداد میں بیان ہوا۔ بچیاں، بہنیں اور مائیں پس پردہ رہیں گی اور اپنے ابوؤں، بھائیوں اور بیٹوں کے ہاتھوں ہمیں دعاؤں میں لپیٹ کر حلوں کی سوغاتیں بھیجیں گی اور کیا!

☆ چچا جان! میری عمر دس سال ہے۔ میں چوتھی جماعت میں پڑھتی ہوں۔ میں پہلے بچوں کا اسلام نہیں پڑھتی تھی لیکن ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ایک بہت مزیدار کہانی شائع ہوئی ہے، بس پھر میں باقاعدگی سے رسالے پڑھنے لگی۔ میرا یہ خط ضرور شائع کیجیے گا۔ (عافیہ۔ میٹروول، سائٹ کراچی)

ج: پیاری بیٹی عافیہ! خط شائع کر دیا۔ اب رسالہ پڑھتے رہنا، خط لکھتے رہنا اور ہاں امی ابو کی خدمت تو کرتی ہی ہوگی، سو ہمیشہ کرتے رہنا۔

☆ مدیر صاحب! یہ میرا کسی بھی رسالے میں پہلا خط ہے۔ یوں تو ہمارے گھر میں بچوں کا اسلام کافی برسوں سے آتا رہتا ہے مگر الف نمبر سے پہلے باقاعدہ رسالہ پڑھنے کا معمول نہیں تھا مگر الف نمبر کے بعد سے رسالے کے بغیر کچھ کمی سی لگتی ہے۔ جب الف نمبر کا اعلان ہوا تو والدہ محترمہ نے فرمایا کہ آدھا رسالہ ناول پر مشتمل ہوگا، دو سو صفحات پر اشتہارات اور تصاویر ہوں گی، پچاس صفحات پر انٹرویو ہوگا، پچاس صفحات پر تاریخی مضامین ہوں گے۔ باقی کچھ ہلکی پھلکی کہانیاں ہوں گی۔ یعنی کچھ خاص نہ ہوگا مگر جب رسالہ ملا تو فہرست دیکھ کر حیرت کا جھٹکا لگا اور جب پڑھنا شروع کیا تو دانتوں تلے انگلی داب لی۔ فوراً اپنے غلط گمان پر توبہ کی اور مدیر صاحب کے لیے ڈھیروں دعائیں کیں کہ ہمارے لیے کیسی محنت کی جس کا اتنا خوبصورت نتیجہ نکلا۔ ایک خاص بات کہ ہمارے گھر آنے والے رسالے کو تقریباً آٹھ گھرانوں میں پڑھا جاتا ہے۔ آج جب بھی یہ رسالہ کہیں رکھا نظر آتا ہے تو فوراً کوئی نہ کوئی اٹھا لیتا ہے۔ چاہے وہ آٹھ سال کا ہو یا اڑتالیس سال کا 'بچہ'۔ حوصلہ افزائی فرمائیے گا۔ (حافظ جمیل الدین۔ باغ کورنگی، کراچی)

ج: بھئی جمیل میاں! ہم کیا اور ہماری محنت کیا، محض اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ کرم ہے کہ اس نے ہمیں آپ کی والدہ محترمہ کے سامنے سرخ رُو کیا۔ اتنے سارے گھرانوں میں آپ کا بچوں کا اسلام پڑھے جانے کا علم ہو کر بھی بہت خوشی ہوئی۔ اندازاً فی گھر تین افراد بھی پڑھتے ہوں تو یہ چوبیس قارئین فی شمارہ ہو گئے۔ اکثر گھرانوں میں قریب قریب یہی تعداد سامنے آئی ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو ہر ہفتے قارئین کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ جا پہنچتی ہے!

☆ شمارہ ۱۰۹۵ میں تصوراتی سفر کی قسط پڑھ کر پتا چلا کہ یہ سفر تو پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ انتظار تھا جس کا، یہ وہ سحر تو نہیں! یعنی ہم تو اس سفر کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ ۱۳ اگست کے شمارے میں ۱۴ اگست کے متعلق صرف دو چیزیں تھیں۔ ایک کہانی اور ایک نظم۔ 'گردیپ سنگھ' جیسی جذبات سے بھرپور کہانیاں علی اکمل تصور کا خاصا ہیں۔ (محمد وقاص۔ جھنگ، صدر)

ج: لگتا ہے کہ جھنگ والوں کے شدید احتجاج پر ہمیں ایک حقیقی نہ سہی تصوراتی سفر صرف جھنگ کا ہی کرنا ہی پڑے گا!

☆ شمارہ ۱۰۹۴ بہت پسند آیا۔ سب سے اچھی کہانی 'اندر کی باتیں' لگی۔ 'دستک' میں 'ایک تصوراتی سفر کی روداد' پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم مدیر کے ہم سفر ہیں۔ اگلا صفحہ پلٹا تو بہن شازیہ نور میری پسندیدہ کہانی تھامے ہمارا استقبال کر رہی تھیں۔ اس کے بعد سارے واقعات، کہانیاں، مضامین اور خطوط وغیرہ پڑھتے چلے گئے۔ 'آمنے سامنے' میں میرا خط بھی شائع ہوا جس سے ہمت ہوئی اور دوبارہ خط لکھا۔ (محمد یوسف بن محمد ابرار یونس۔ گوجرانوالہ)

ج: محمد یوسف بن محمد ابرار جی! کم از کم پانچ تبصرے لکھنے اور شائع نہ ہونے کے بعد ہی ہمت ٹوٹنے کی بات ہونی چاہیے ناں۔ ایک خط نہ چھپے یا تاخیر ہو جائے تو ہمت ہار کے نہ بیٹھ جانا چاہیے۔

☆ آپ کی دعاؤں سے میں خاصہ اوّل میں پاس ہو گئی ہوں اور اب ہمارے خاصہ دوم کے سہ ماہی امتحان ہیں۔ ۱۰۹۵ میں 'ایک کہانی بڑی نرالی' سچ مچ میں نرالی ہے۔ امانت اللہ بہت ہی سمجھدار لڑکا تھا، اس کا اللہ پر توکل نے اسے کامیابی کیا۔ 'مسکراہٹ کے پھول' میں ریاضی کے استاد نے خوب مزاح کیا اور پروفیسر صاحب کی ذہانت دیکھ کر تو میں حیران رہ گئی۔ کیا خوب دماغ پایا ہے انھوں نے۔ 'آپ کتنے پانی میں ہیں؟' سلسلہ بہت خوب ہے۔ بہت فائدہ ہوتا ہے اس سے۔ (مریم امتیاز۔ کبیر والہ)

ج: آپ کتنے پانی میں ہیں؟ سلسلہ کچھ ہفتے غائب رہا، آپ کا خط پڑھ کر پچھلے شمارے سے شروع کیا ہے۔ بہت شکریہ یاد دہانی کے لیے۔ اور ہاں اللہ میاں آپ کو دونوں جہان کے ہر امتحان میں سرخ رو کرے، آمین!

☆ شمارہ ۱۰۹۵ کی دستک میں تصوراتی سفر کی روداد میں حضرت اشتیاق احمد کے بڑے بیٹے جناب ڈاکٹر نوید احمد کے بارے میں پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ رسالہ ایک طرف رکھ کر فوراً ایصال ثواب کیا۔ 'بھیا اور بہنا' کہانی جویریہ فاروقی کی بہت اچھی تھی۔ 'مسکراہٹ کے پھول' آج کل باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں۔ 'میر حجاز' اپنی مثال آپ ہے، تعریف کا محتاج نہیں۔ 'ان کے کوچے میں' پڑھ کر آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ 'جو شخص چاہے کہ' ابو اکبر عباسی کی تحریر مفید تھی۔ 'عزتِ نفس' محمد احمد بن عرفان الحق ملتان کا مضمون پورے رسالے میں قرآن و حدیث کے بعد دوسرے نمبر پر تھا۔ (حور عینا بنت محمد الیاس، ماہ نور قاسم، عائشہ قاسم۔ کبیر والہ)

ج: اللہ تعالیٰ ان سب قارئین کو بہت جزائے خیر عطا فرمائے جو ہماری درخواست پر فوراً مرحومین کو ثواب کا تحفہ بھیجتے ہیں۔ ایصال ثواب کے اتنے پیغامات کا علم ہوتا ہے کہ ہمارے دل میں بھی یہ خواہش انگڑائی لینے لگتی ہے کہ کاش جب ہم آخرت کی منزل پر روانہ ہوں تو ہمارے ساتھ بھی قارئین کی لاکھوں دعائیں اور تحائف ہم سفر ہوں، اور ظاہر ہے یہ درخواست ہم اس وقت خود تو کر نہیں سکیں گے! اللہ کرے قارئین کو یاد رہے۔

☆ شمارہ ۱۰۹۲ ہمیشہ کی طرح سبق آموز اور خوب صورت کہانیوں سے سجا ہوا تھا۔ سب سے پہلے تو آپی عائشہ غضنفر اللہ کا نام دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ بہت انتظار کرواتی ہیں اب۔ 'وقت بتائے گا' ہمیشہ کی طرح ایک خوب صورت اور دلچسپ تحریر تھی۔ ہمارے پسندیدہ سلسلے 'دستک' اور 'آمنے سامنے' ہیں۔ اب ان کی بابت کیا کہیں۔ (امیمہ خان۔ اٹھارہ ہزاری، ضلع جھنگ)

ج: کہہ لیجیے کس نے روکا ہے؟ چاچو کی حوصلہ افزائی ہی ہوگی ناں اور کیا!

☆ محترم مدیر صاحب! دستک میں کراچی کو آپ نے عروس البلاد پکارا، اچھا لگا۔ کمال ہے۔ 'دیر نہیں لگتی' خوب صورت انداز میں خوب صورت سبق۔ 'ڈاکٹر نوید احمد کی یاد' پروفیسر صاحب نے اپنی یادوں کو تازہ کیا۔ دو تین دن پہلے ہی میں سوچ رہا تھا کہ کبھی ان سے ملاقات ہو جائے لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شد۔ 'ان کے کوچے میں' ایمان افروز تحریر ہے۔ خود میری بھی یہی خواہش ہے کہ کبھی ان راستوں پر جانا نصیب ہو جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے سفر ہجرت میں اختیار کیے تھے۔ آمنے سامنے غائب کرنے کی وجہ کیا ہوتی ہے۔ خطوط کی کمی یا کچھ اور......؟ (ابوبکر عباسی۔ مری)

ج: الحمد للہ ثم الحمد للہ خطوط تو اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ یہی دیکھ لیجیے کہ یہ شمارہ نمبر ۱۱۱۷ ہے، اور اس میں ۲۲ ہفتوں قبل کے تبصرے شائع ہو رہے ہیں، باوجود اس کے کہ بے شمار تبصرے نہ چاہتے ہوئے بھی ردی کی ٹوکری کو کھلانے پڑتے ہیں، نیز ہر خط بہت مختصر بھی کیا جاتا ہے، ورنہ تو یہ فاصلہ مزید بڑھ جائے۔ بہرحال کبھی کبھار کوئی بڑی تحریر لگانا پڑ جائے تو اس سلسلے کی چھٹی کرنی پڑتی ہے!

☆ یہ میرا پہلا خط ہے اس سے پہلے میں خاموش قاری تھی۔ ہم نے یہ رسالہ ۲۰۱۷ء سے پڑھنا شروع کیا ہے۔ یہ رسالے میرے گھر والے حتیٰ کہ میرے دادا ابو بھی بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ آج ہم نے ہمت کر کے یہ خط لکھا ہے اور ہماری ہمت حور عینا نے بڑھائی ہے۔ آج کل ہماری پسندیدہ مصنفہ محترمہ عائشہ غضنفر اللہ کی کہانیاں بہت کم نظر آرہی ہیں۔ ہمیں ان کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے۔ ہمیں سب سے زیادہ دستک پسند آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو صحت و عافیت والی زندگی دے اور بار بار حرمین کی حاضری نصیب فرمائے۔ (نمرہ طاہر، رضوانہ طارق۔ کوٹ اسلام)

ج: آمین وایاک۔ عائشہ غضنفر اللہ مصروف ہیں آج کل تو ان کی بہن خولہ ماہرانہ انداز میں ان کی سیٹ سنبھالے ہوئے ہیں۔

☆ شمارہ ۱۰۹۲ میں 'ان کے کوچے میں' کی قسط بہت مزے دار تھی لیکن آخر میں جہاں سسپنس اپنے عروج پر تھا تحریر ختم ہو گئی اور آگے بریکٹ میں 'جاری ہے' دیکھ کر سارا مزہ خراب ہو گیا۔ 'میر حجاز' ضرور پڑھتے ہیں۔ 'بلی اور ہم' میں بلی نے بھی خوب تنگ کیا لیکن آخر میں کتنے مزے کی بات بتائی، پڑھ کے دل اداس ہو گیا۔ 'آمنے سامنے' میں بھی خوب اچھی محفل لگی ہوئی تھی۔ ماموں جان 'اچھی خبریں' سلسلے کے لیے بھی میں اسی خط کے ساتھ ایک خبر بھیج رہی ہوں۔ (بادیہ مناہل۔ ڈیرہ اسماعیل خان)

ج: چلیں شکر ہے کہ کسی ''رپورٹر'' نے تو اچھی خبر رپورٹ کی۔ باقی جہاں سسپنس عروج پر ہو، وہیں تو قسط ختم کرنے کا مزہ آتا ہے تاکہ اگلے ہفتے تک تجسس برقرار رہے۔

☆ میری دوست امیمہ اکبر کے خط دیکھ کر مجھے بھی لکھنے کا جوش پیدا ہوا۔ 'مسکراہٹ کے پھول' اب ایسے گم ہو گئے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ مجھے یہ بہت پسند ہیں میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ بلال پاشا سے گزارش ہے کہ وہ جلدی حاضر ہوں۔ ان کی کمی بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ (بریرہ رمضان، آمنہ اختر، نادیہ شاہد، امیمہ اکبر، فاطمہ ذوالفقار، مقدس حسین۔ کبیروالہ)

ج: ''میں'' کے تخاطب سے یہ خط لکھا تو فرد واحد نے ہے مگر آگے پیچھے نام لکھے ہوئے ہیں۔ اب مدیر چاچو کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ ایک بھتیجی کو جواب دیا جائے یا پوری مستورات کی جماعت کو؟!

☆ شمارہ ۱۰۹۱ پر نظر پڑی۔ سرورق پر اسکول کے بچے بہت ہی پیارے لگ رہے تھے۔ 'میر حجاز' ہر بار کی طرح بہت ہی زبردست تھی۔ ''نہ رعایت لیں گے نہ دیں گے'' نصیحت سے بھرپور کہانی تھی۔ 'ان کے کوچے میں' پڑھ کر میرا دل تڑپنے لگا۔ آپ ہمارے لیے دعا کریں کہ اللہ ہمارے دل کی تڑپ کو پورا کرے آمین۔ اعظم طارق کوہستانی کی کہانی 'ماں' پڑھ کر آنکھیں نم ہو گئیں اور اماں پر بے شمار پیار آیا۔ 'مسکراہٹ کے پھول' پر آج کل اقصیٰ عبید الرحمن درخواستی نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ آمنے سامنے رسالے سے ایسے غائب تھا۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ (حفصہ صفدر، حور عینا، ماہ نور قاسم، نمرہ طاہر۔ کبیروالہ)

ج: لو بھئی، اگلی ہی بس میں کبیروالہ ہی سے مستورات کی دوسری جماعت بھی آگئی۔

☆☆☆

درود وسلام کے مسنون صیغے 13

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''زاد السعید'' کے نام سے صلوٰۃ و سلام پر مشتمل چالیس صیغے جمع فرمائے۔

حضرت لکھتے ہیں: ''جو صیغے صلوٰۃ و سلام کے احادیث میں آئے ہیں اُن میں سے چالیس صیغے پیش ہیں جن میں سے پچیس صلوٰۃ کے اور پندرہ سلام کے ہیں۔''

انہی مسنون صیغوں سے ہر ہفتے درود و سلام کا ایک صیغہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قارئین! انھیں یاد کیجیے، روزانہ پڑھنے کا اہتمام کیجیے اور اپنے دوستوں کو بھی یاد کروائیے۔ اس طرح درود و سلام کا اجر بھی ملے گا، تلاوت حدیث کا بھی اور چالیس احادیث یاد کرنے کروانے پر از روئے حدیث قیامت کے دن علماء کرام کے ساتھ اٹھائے جانے کی بشارت کے مستحق بھی آپ بن جائیں گے۔ کیوں ہے نا مزے کی بات؟! (مدیر)

صلوٰۃ کا تیرھواں صیغہ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

سلام کا تیرھواں صیغہ:

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

جواہرات سے قیمتی

☆......علم دماغ کو اور ذکر دل کو روشن کرتا ہے۔
☆......مصیبت سے بڑھ کر کوئی تعلیم نہیں۔
☆......خوشامد کرنے اور سننے والا دونوں کم عقل ہیں۔
☆......جو عقل سے محروم ہے گویا دین سے بھی محروم ہے۔
☆......دین خزانہ ہے اور علم اس کا راستہ ہے۔
☆......ڈر زندگی میں زہر گھولتا ہے۔
☆......ذہانت کا لازمی جزو ہے: برداشت۔

انتخاب: حفصہ صفدر
کوٹ اسلام

عمارہ حسین

ایک آخری کوشش

موسم سرما کی پہلی برف باری اچانک شروع ہوچکی تھی۔ میں کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ میری سانسیں شیشے کو دھندلا رہی تھیں۔

میں نے ہوا میں ناچتے نازک برف کے ذرات کو نظر بھر کے دیکھا۔

باہر کی دنیا ایک قدیم کینوس میں بدل چکی تھی۔ ایک لمحے کے لیے ایسا محسوس ہوا جیسے کائنات نے ری سیٹ کا بٹن دبا دیا ہے۔

جیسے جیسے برف کے تودے زمین پر جمتے جا رہے تھے، میرے ذہن نے یادوں کی راہداریوں میں سفر شروع کر دیا تھا۔ باہر پھیلے سفید رنگ میں، میں نے اپنی جوانی کی پرچھائیں دیکھی۔ ایک ایسا وقت، جب میں سمجھتا تھا کہ دنیا میرے خوابوں کی تکمیل کے انتظار میں ہے تا کہ نئی شکل میں ڈھل سکے۔

اُس وقت میں نے سوچا تھا کہ دنیا کو بدلنا اتنا ہی آسان ہے جتنا ہتھیلی میں گرتی برف پکڑنا۔

لیکن گزرتے برسوں نے مجھ پر یہ واضح کر دیا کہ یہ دنیا اتنی آسانی سے نہیں بدلتی۔ یہ خواب دیکھنے والے کی خواہشات سے لاتعلق رہتی ہے، اس کی اپنی ہی ایک اکڑ ہے۔

کچھ مایوس ہوکر، میں نے اپنے ملک کو تبدیل کرنے کے مقصد سے اپنی خواہشات کو جوڑ دیا، پھر بھی میرے خواب کے بیچ آنے والی رکاوٹیں ناقابل تسخیر ثابت ہوئیں۔

اِس ٹھنڈ میں، ہوا کے بدلتے رخ پر جب برف کے سفید چمکتے ذرات میری کھڑکی کے باہر شاخوں سے چمٹنے لگے تھے، میں نے اس میں تبدیلی پر غور کیا جو چند ساعتوں میں ہوئی تھی۔

دنیا اور ملک نے تبدیل کیے جانے پر مزاحمت کی تھی جس کے بعد میں نے ایک آخری خیال پر غور کیا: میرا خاندان۔

بھاری دل کے ساتھ، میں نے گھر کی اُن دیواروں کے اندر موجود حرکیات کو بدلنے کا آغاز کیا لیکن میری یہ کوشش بھی ناکام رہی۔ خود میرے گھر والے بھی میری خواہشات کے مطابق نہیں ڈھلے، انھوں نے خود کو تبدیل نہیں کیا۔

میں کھڑکی پر پردے برابر کرتا اپنے بستر کی طرف بڑھا۔ مایوسی کا بادل عین میرے سر کے اوپر تھا۔ اسی دوران، میں نے اپنے آپ کو ایک گہرے احساس میں پایا۔ گرتی ہوئی برف کی خاموشی میں، پچھلے تجربات نے ایک نیا سبق میرے سامنے وا کیا۔

”کاش میں نے پہلے خود ہی کو بدلا ہوتا! جیسے باہر کی دنیا موسموں کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ اگر میں خود ایک اچھی مثال بنتا تو شاید میری تبدیلی میرے گھر، میرے خاندان، میرے شہر والوں کی تبدیلی کا سبب ہی بن جاتی......!“

جی ہاں! تبدیلی اندر سے شروع ہوتی ہے اور پھر باہر کی سمت پھیلتی چلی جاتی ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری کہانی اُن لوگوں کے ذہنوں میں رہے گی جو اپنی زندگی کے بدلتے موسموں کے گواہ ہیں۔ وہ یہ سمجھ لیں کہ دنیا کو بدلنے کی طرف پہلا قدم خود کو بدلنا ہے، کیونکہ آپ میں، دنیا پر ایک لازوال نقش چھوڑنے کی طاقت موجود ہے۔

☆☆☆

اچھی خبریں

نظر سے گزرنے والی اکثر چوری، ڈکیتی اور قتل وغارت کی خبریں لاکھوں کروڑوں لوگوں میں سے صرف چند ایک کی ہوتی ہیں۔ اِس سے معاشرے کی اصل عمومیت سامنے نہیں آ پاتی۔ سالہا سال ہم ہر وقت برائیوں کی خبریں سنتے رہتے ہیں تو ذہن میں عام آدمی کے بارے میں ایک برا تصور جم جاتا ہے۔ ہر شخص دوسرے آدمی پر شک اور بدگمانی کرتا ہے، جس سے خراب معاشرے کی مضبوط بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اصل حالات جاننے کے لیے بچوں کا اسلام کے ملک بھر میں پھیلے رپورٹرز کی اچھی خبریں پڑھیے:

☆......آج میرے پاس حافظ حماد بیٹھا تھا۔ وہ چوبیس سالہ خوبرو نوجوان ہے۔ دین پر عمل کے شوق کی بات چل رہی تھی۔ کہنے لگا کہ جب کبھی نماز میں سستی ہونے لگتی ہے تو اسے ایک ساٹھ سالہ نمازی کی بات یاد آ جاتی ہے۔

وہ اتنا پختہ نمازی تھا کہ ہر حال میں مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھتا تھا۔ بچپن سے ہی نمازیں پڑھتا آ تا رہا ہوگا۔ ۶۰ سال کی عمر میں بے چارے کا اس شدت کا حادثہ ہوا کہ اس کے قریب پورے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ علاج شروع کیا، لیکن ابھی مکمل ٹھیک بھی نہیں ہوا تھا کہ اسی حال میں کہ جسم پر سر سے پاؤں تک پٹیاں بندھی ہوئی ہوتیں، اس نے وھیل چیئر پر مسجد آنا شروع کر دیا۔ پانچوں نمازیں مسجد آ کر پڑھتا تھا۔

حافظ حماد کہنے لگا کہ اسے اُن محترم نمازی کو دیکھ کر اس پر بہت رشک آتا ہے، جب کبھی نماز میں سستی ہوتی ہے، دفعتاً اُس ۶۰ سالہ نمازی کی صورت آنکھوں کے سامنے گزر جاتی ہے کہ وہ بوڑھے، ضعیف اور زخمی بیمار اور میں صحت مند جوان! بس یہ سوچتے ہی ساری سستی دور ہو جاتی ہے۔

(آصف مجید۔ لاہور)

☆......ہمارے ہاں موبائل ریپئرنگ کی ایک دکان ہے۔ دکان والے عمران صاحب کے پاس ایک دن ایک میٹرک میں پڑھنے والا ایک لڑکا موبائل ٹھیک کروانے آیا۔ عمران صاحب اس کا موبائل چیک کر رہے تھے۔ اُن کا کم سن بیٹا بھی دکان میں ہی بیٹھا تھا وہ کسی کھلونے کی ضد کر رہا تھا کہ ساتھ والی دکان سے وہ لے کر دیں لیکن عمران صاحب کھلونا مہنگا ہونے کی وجہ سے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ جب اس لڑکے نے بچے کی بار بار کی ضد اور عمران صاحب کا اسے منع کرنا دیکھا تو ادب سے بولا: ”جناب! میرے پاس بہت سارے کھلونے رکھے ہیں میں اپنے اس بھائی کو لا دوں گا، میں تو بڑا ہو گیا اب ان کھلونوں سے نہیں کھیلتا۔“

عمران صاحب نے شکریہ ادا کرتے ہوئے منع کیا اور یہی خیال کیا یہ وہ لڑکا بس بات برائے بات کر رہا ہے، لیکن موبائل ٹھیک کروا کر وہ لڑکا گھر گیا اور اسی وقت ایک ڈبہ پیک گاڑی لا کر دے دی اور جلدی سے اپنا نام بتائے بنا چلا گیا۔

بعد میں عمران صاحب نے دیکھا کہ گاڑی بالکل نئی اور ریموٹ کنٹرول تھی اور کم از کم تین ہزار کی ہوگی۔ وہ اس لڑکے کی سخاوت پر حیران رہ گئے کہ آج کل کے دور میں بھی ایسے بے غرض لوگ ہیں۔

امِ محمد۔ جھنگ